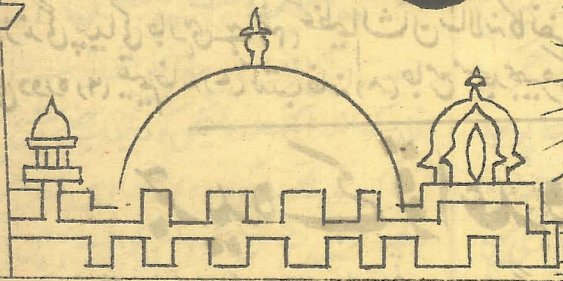
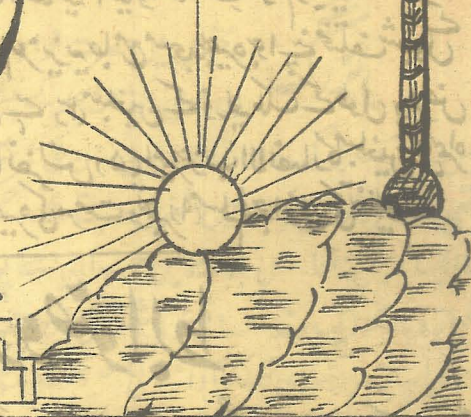


ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو
شائع ہوتا ہے

مجلسِ گزیرۃ الانصار بھیرہ وادارہ عالیہ محمدیہ کراچی

قیمت سالانہ دو روپے
طلبہ و طلبہ

شمس الاسلام



اللہ کے دین کی مدد کو

۱۹۲۹ء میں اب انصار کا جو عمل میں آیا بارہ سال کے قبل عصی میں اسکی اسلامی خدا اظہر من الشمس
کوٹہ سے لیکر بہاولپور تک پورے ہندوستان میں پھیلا گیا ہندوستان بھر میں پہلی جماعتیں
جماعتی تنظیم کے ذریعہ قادیانیت کا ہر جگہ منظم مقابلہ کیا اور دوسری جماعتوں کو بھی اس عظیم فتنہ کے استیصال کی ترغیب دلائی قادیانیوں سے شہرہ کامیاب مناظرے ہوئے
اور ان مناظرے کے بعد قادیانیوں نے مناظروں کیلئے دعو دینے کا ویرک کر دیا حزب الانصار کے مبلغین نے بارہ سال کے عرصے میں ڈیڑھ لاکھ میل کا سفر کیا۔ ریو
موسٹر ٹانگہ کے علاوہ ہزار ہا میل سیدل سفر دشوار گزار علاقوں میں گئے کیا پنجاب کے اضلاع میں دیہاتی آبادی کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائے گئے
کئی تبلیغی جلسے منعقد کئے۔ علوم اسلامیہ کیلئے بھیرہ میں دارالعلوم عربیہ کا اجراء ہوا جس میں اب تک قریباً نو سو طالب علم فیضیائے حق چکے ہیں پنجاب
کے کئی مقامات پر حزب الانصار کے نظام کے ماتحت مدارس قائم ہوئے۔ فرض و بدعت کی خلاف ورزی ہر جگہ محاذ قائم کیا گیا۔ لائق اور سائل رخص و بدعت کی
تردید میں شائع کئے گئے فتنہ خاں ساریت مقابلہ کیلئے مسلم جوانوں کی عسکری تنظیم کا کام تمام شمالی ہندوستان اور گال میں شروع کیا گیا
اور فوج محمدی کی تنظیم کے سلسلہ میں امیر حزب الانصار نے تمام ملک کا میاں ڈبہ کیا۔ مدح لکھا یہ کی تحریک میں فوج محمدی کے بیسیوں رضا کار
اسیر ہوئے۔ قادیانیوں میں بھی انصار الاسلام کا دفتر قائم ہو چکا ہے اور وہاں پر مدد کا قیام بھی زیر غور ہے۔ جریدہ شمس الاسلام اسی جماعت کا ترجمان
ہے۔ غریب مگر مختص خدا م اسلام کی یہ جماعت تمام باطل گردہوں کے مقابلہ میں بیہ سپر ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کا دائرہ عمل وسیع ہو اور
ہر شہر میں اسکی شاخیں قائم ہوں۔ جو لوگ اس کا رعب میں حصہ لینا چاہیں صدر دفتر حزب الانصار بھیرہ کو مطلع کریں
مخیر و فی ثروت اصحاب کا فرض ہے کہ حزب الانصار کی مالی اعانت سے دیلغ نہ فرمائیں نیز جریدہ شمس الاسلام کی ترویج اشاعت میں حصہ
لینا ہر لکھے پڑھے سنی پر لازم ہے۔ (میلنگر)

مِنْ جَانِبِ

حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

بسرپرستی حضرت
شیخ المسلمین مولانا محمد نصیر الدین
صاحب بگوتی رحمتہ اللہ علیہ
جاری کیا گیا

بیاوگا حضرت جلیل الشریعت
والطریقۃ السائین ذوالعالمین
مولانا محمد اکبر صاحب بگوتی
نور اللہ مرقدہ

اعراض و مقاصد ۱۔ اندرونی و بیرونی حلوں سے اسلام کا تحفظ، تبلیغ و اشاعت اسلام۔
۲۔ اصلاح رسوم با تبارع شریعت اسلامیہ، احیاء اشاعت علوم دینیہ۔
طریقہ کار ۱۔ جریدہ شمس الاسلام کا اجراء ۲۔ دارالعلوم عزیزہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے ۳۔ مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے ۴۔ عظیم الشان سالانہ کانفرنس ۵۔ امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ ۶۔ یتیم خانہ ۷۔ کتب خانہ ۸۔ جامع مسجد بھیرہ کی مرمت و تعمیر ۹۔ مسلم نوجوانوں کی تنظیم۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

- ۱۔ جو صاحب حزب الانصار بھیرہ کو کم از کم پانچ روپے ماہانہ عطافرمائیں گے وہ سرپرست متصور ہونگے ایسے اصحاب کے نام جریدہ شمس الاسلام میں شائع ہونگے ایسے حضرات کی سفارش پر ۲۵ امان مساجد غریبا طلباء کے نام جریدہ بلا معاوضہ جاری کیا جائے گا پانچ روپے سے کم اور ایک روپیہ سے زیادہ جو صاحب ماہوار رقم عطافرمائیں گے وہ معاونین میں شمار ہوں گے اور انکی سفارش پر ۱۱ امان مساجد غریبا، یفلس طلباء کے نام سالہ جاری کیا جائیگا معاونین کے اسماء بھی شکر یہ کیساتھ درج کئے جائیں گے
- ۲۔ ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے جبکہ روکیت کم از کم چار ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
- ۳۔ عام سالانہ چندہ عام مقرر ہے۔ غونہ کا پرچہ تین آنے کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
- ۴۔ رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے اکثر رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں ان کی طرف سے مہینہ کے اخیر تک اطلاع موصول ہونے پر دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام

مینجر رسالہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے

سرخ پینسل کا نشان یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ پینسل کا نشان لگایا گیا ہے جنکی میعاد اس پرچہ کیساتھ ختم ہو چکی ہے ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کے چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی فرست میں مطلع کریں۔ خاموشی سے ”شمس الاسلام“ کو نقصان پہنچتا ہے۔ (غلام حسین مینجر شمس الاسلام)

تذکیر و وعظ

ملفوظات

{ حضرت عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ - مرتبہ حضرت سلطان الہند
خواجہ معین الدین حسن سفیری ثم الامیری رحمۃ اللہ علیہ }

وہ اس کی پیروی کرے۔
سیستان کے ایک شیخ اے درویش
ایک دفعہ میں
سیستان کی اطراف میں سفر میں تھا تو سیستان میں ایک
غار کے اندر ایک درویش کو دیکھا جسے شیخ سیستانی
کہا کرتے تھے۔ لیکن وہ بوڑھا اس قدر بزرگی اور ہمت
رکھتا کہ میں نے آج تک کسی کو ایسا نہیں دیکھا۔ وہ
عالم تیر میں مشغول تھا۔ جب میں اس کے پاس گیا تو
میں نے سر جھکا لیا۔ اس بزرگ نے فرمایا سر اٹھا میں
اٹھایا تو فرمایا اے درویش آج قریباً ستر سال کا عمر
گزر رہے کہ سوائے خدا کے کسی اور سے میں مشغول نہیں
ہوا۔ لیکن تیرے ساتھ جو میں مشغول ہوتا ہوں یہ حکیم
آہی ہے۔ سن! اگر تو محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے
بغیر کسی اور چیز میں مشغول نہ ہونا۔ اور کسی سے میل جول
نہ کرنا۔ تاکہ تو جلا یا نہ جائے۔ کیونکہ غیرت کی آگ ناشغول
کے ارد گرد رہتی ہے۔ جب عاشق نے معشوق کے سوا
کسی چیز کا خیال کیا اس دم غیرت کی آگ نے اسے جلایا
لیکن تجھے یاد رہے کہ محبت کی راہ میں جو درخت ہے
اس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک کو نرگس وصال کہتے ہیں
اور دوسرے کو نرگس فراق۔ پس جو شخص سب سے
فارغ ہو کر دوست میں مشغول ہو وہ دوست کے
وصال کی دولت سے مشرف ہوتا ہے اور جو اس کے

بہشتانی بزرگ بہشتاں میں حضرت خواجہ جنید
بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پیشکاروں
میں سے ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ ان کی عمر سو سال
تھی۔ وہ ہر وقت یاد خدا میں مشغول رہتے تھے۔ مگر ان
کا ایک پاؤں نہ تھا۔ اس بارے میں جب ان سے پوچھا
گیا تو فرمایا کہ ایک دفعہ نفسانی خواہش کی خاطر جھوٹری
سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ آواز آئی ”اے مدعی ہی
اقرار تھا جو تو نے فراموش کر دیا“ پھر ہی پاس ہی پڑی
تھی۔ میں نے اٹھا کر اپنا پاؤں کاٹ ڈالا اور باہر پھینک
دیا۔ جو قدم حالت عصیاں میں باہر نکالا تھا اسکو کاٹ
کر پھینکنا ہی پسند کیا۔ اب چالیس سال سے عالم حیرت
میں ہوں۔ کہ کل روز قیامت کو کیا منہ لے کر جاؤنگا۔
مرتبہ فنا اے درویش مرد وہ ہے جو خداوند تعالیٰ
کے سوا کسی چیز کو مد نظر نہ رکھے۔ اور دنیا
و آخرت میں مبتلا نہ ہو۔ اور جو کچھ ان کے پاس ہے
ان کی طرف نگاہ نہ کرے۔ جب انسان اس مرتبے پر
پہنچ جاتا ہے تو جو کچھ اس کے دوست کی ملکیت ہوتی
ہے وہ اسی کی ہو جاتی ہے۔ کعبہ اس کا طواف کرتا ہے
اور اس کا دامن نہیں پھوڑتا۔ جب آدمی دوست کا
بن جاتا ہے۔ تو سب چیزیں اس کی بن جاتی ہیں۔
لیکن مرد کو چاہیے۔ کہ تمام موجودات سے فارغ ہو کر
دوست کی طرف مشغول رہے تاکہ جو کچھ دوست کا ہے

سوا کسی اور چیز کی رغبت رکھتا ہے۔ وہ فراق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ عبد اللہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے **صدقہ** کہا کہ میں نے ستر سال تک اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ میں نے مصیبتیں بہت اٹھائی ہیں۔ لیکن بارگاہ الہی کا دروازہ نہیں کھلا جو نہی کہ میں نے اپنی طرف خیال کیا اور جو مال میری ملکیت تھا سب راہ خدا میں صرف کیا تو دوست یعنی خدا میرا بن گیا اور جو دوست کی ملکیت تھی وہ سب میری ملکیت ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے آثار اولیاء میں لکھا ہے کہ ایک درم صدقہ دنیا ایک سال کی ایسی عبادت سے بہتر ہے جس میں دن کو روزہ رکھا جائے اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کی جائے۔

پھر فرمایا کہ جس روز امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اتنی ہزار دینار خدا کی راہ میں خرچ کئے اور گودڑی پہن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنجناب نے پوچھا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ دنیاوی ذخیرے میں سے کچھ باقی رکھا ہے؟ تو آپ نے عرض کی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا و رسول یعنی خدا اور خدا کا رسول کافی ہے۔ جو نہی کہ ابوبکر نے یہ کہا فوراً ہنتر جبریل علیہ السلام مع ستر ہزار مقرب فرشتوں کے گودڑی پہنچے ہوئے نازل ہوئے اور سلام کے بعد عرض کی کہ اے رسول اللہ حکم الہی اس طرح پر ہے کہ آج ابوبکر نے ہماری راہ میں اپنا مال خرچ کیا ہے اس کو سلام دو۔ اور کہو تو نے وہ کام کیا جس میں ہماری رضا تھی اور ہم وہ کام کرتے ہیں جس میں تیری رضا ہے اور محمد اور تمام فرشتوں کو حکم ہوا ہے کہ ابوبکر کی موافقت کی وجہ سے سب گودڑی پہنیں۔ چونکہ قیامت کے دن تمام گودڑی پہننے والوں کو ابوبکر کی گودڑی کے صدقے ہم بخشیں گے۔

آثار اولیاء میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ صدقہ نوری ہے اور حوروں کی خوبصورتی کا باعث اور صدقہ ہزار برکت نماز سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو صدقہ دینے والوں کا ایک گروہ عرش کے نیچے مقام پائے گا۔ اور جن لوگوں نے موت سے پہلے صدقہ دیا ہے موت کے بعد وہ ان کے لئے گنبد بنے گا۔ صدقہ بہشت کی سیدھی راہ ہے۔ اور جو شخص

صدقہ دیتا ہے۔ وہ خدا کی رحمت سے دور نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ خواجہ حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ میں میں نے ان شخصوں سے جو صبح سے شام تک آتے تھے کوئی بھی ایسا نہیں دیکھا جو کچھ کھا کر نہ جاتا ہو اور اگر اس وقت کوئی چیز مہیا نہ ہوتی تو خادم کو آپ فرماتے کہ پانی پلا دو تاکہ وہ دن دینے سے خالی نہ جاوے۔ پھر فرمایا اے درویش زمین سخی آدمی پر فخر کرتی ہے۔ اور رات دن جب زمین پر چلتا ہے تو نیکیاں اس کے اعمال نامے میں لکھی جاتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ سخی لوگ ایک ہزار سال سب سے پہلے بہشت کی خوشبو سونگھیں گے اور ہر روز ان کو پیغامبری کا ثواب ملتا ہے۔

شراب طریقت فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو شراب پیئے یا نیچے یا اس کی قیمت میں کچھ کھائے۔ پھر خواجہ صاحب آئینہ بھولائے اور فرمایا کہ یہ شریعت ہے جو اسے حرام گنتے ہیں ورنہ طریقت میں ندی کا پانی جس کے پینے سے خدا کی بندگی میں سستی ہو بمنزلہ شراب کے ہے۔

مجاہدہ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ بابا یزدی بڑا مجاہدہ کا حال آپ بیان کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں

اپنے مجاہدہ کا ذکر کر دیں تو ہمیں اس کے سننے کی طاقت نہیں۔ لیکن ہاں جو میں نے اپنے نفس کے ساتھ معاملہ کیا ہے اگر وہ سنا چاہتے ہو تو میں سناتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت میں نے نفس کو نماز کے لئے طلب کیا تو اس نے موافقت نہ کی۔ اور نماز قضا ہو گئی اس کا باعث یہ تھا کہ میں نے مقررہ مقدار سے کچھ زیادہ طعام کھا لیا تھا۔ جب دن چڑھا تو میں نے دل میں ٹھان لی کہ سال بھر میں نفس کو پانی نہیں دوں گا۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک دفعہ خواجہ ابو تراب بخشی کو سفید روٹی اور مرغی کے انڈے کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ کہ اگر آج مل جاوے تو اس سے روزہ افطار کر دو اتفاقاً عصر کی نماز کے وقت خواجہ صاحب تازہ وضو کرنے کے لئے باہر نکلے تو ایک لڑکے نے آکر خواجہ صاحب کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ یہ وہ چور ہے جو اس دن میرا اسباب چرا کر لے گیا تھا اور آج بھر آیا ہے تاکہ کسی اور کا مال چرا لے جائے۔ یہ غوغا سن کر لوگ اکٹھے ہوئے لڑکا اور اس کا باپ یکے مارنے لگے۔ خواجہ صاحب

نے ان کی گنتی کی تو چھ لگ چکے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اس نے خواجہ صاحب کو پہچان کر کہا۔ اے لوگو یہ چور نہیں۔ یہ تو خواجہ ابو تراب بخشی ہی ہیں خلعت معافی کی خواست گزار ہوئی کہ آپ معاف فرمائیں ہمیں معلوم نہ تھا۔ جب وہ آدمی خواجہ صاحب کو اپنے گھر لے گیا اور شام کی نماز کے بعد بیٹھے تو مرغی کے انڈے اور سفید روٹی جو اتفاقاً اس کے گھر میں موجود تھے۔ آپ کے پیش کئے۔ جب خواجہ صاحب نے دیکھا تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اٹھالے میں نہیں کھاؤں گا اس نے عرض کی کہ کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ آج میں نے صرف اس کی خواہش کی تھی تو بغیر کھانے کے چھ کئے کھائے اگر میں اسے کھا لوں گا تو شاید کیا مصیبت مجھ پر نازل ہو

کسب معاش روزی کمانے والا خدا کا دوست ہوتا ہے

لیکن اسے چاہئے کہ نماز پر وقت ادا کرے اور شریعت کی حد سے قدم باہر نہ رکھے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ ایسا روزی کمانے والا خدا کا پیارا ہے اور خدا کا صدیق ہے۔ (باقی آئندہ)

یہی
تاریخ الحکام
کشف الایجاب
حسنات جمیع خصال
صلوات علیہ
سیدنا سیدنا

”ذوق عمل“

ہے غافل شمع بھی پروانہ بھی انجام محفل سے
جو آتا ہے وہی ہمزنگ محفل ہوتا جاتا ہے

(از مولانا محمد حسین صاحب شوق صدر مدرس مدرسہ عزیزہ بھیرہ)

ما نخل ماتمیم نظیری زما حذر

نعلیں شود کسے کہ بود در پناہ ما

اچنبے کی بات ہے، راستہ بالکل سیدھا، چلانے والا مانا ہوا دانا، چلنے والے چل کے دکھا گئے۔ اسی زمین پر اسی آسمان کے نیچے، چاند تاروں نے دیکھا تاریخ شاہِ خدا گواہ ۵

آہ ہوتے تھے کبھی شور یہ مے خانے میں

رنگ کھلتے تھے یہ اسلام کے پیمانے میں

میدان جنگ ہے۔ چہرے چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں

ایک صحابی روایت فرما رہے ہیں ”الجنة تحت ظلال

السیوف“ جنت تلواروں کی چھاؤں تلے ہے، ایک

صحابی اٹھتے ہیں ”تم نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے سنا ہے؟ بولے ”ہاں“ صحابی دلاں سے اٹھ کر

رفقاء کے پاس آتے ہیں، سلام کر کے رخصت ہوتے

ہیں۔ تلوار کا میان توڑ کر پھینک دیتے ہیں اور دشمن

کی صف میں گھس کر جام شہادت نوش فرما لیتے ہیں

حضرت عمر بن جوح رضی اللہ عنہ ایک بوڑھے اور لنگڑے صحابی

ہیں، غزوہ بدر میں حضرت نے روک لیا، مدینہ میں رہ

گئے، غزوہ احد کا وقت آیا، بیٹوں کو کہا ”بھجے

میدان میں لے جاؤ“ سب نے کہا ”آپ کو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے“ بولے افسوس!

دُنیا میں جو چیز بنتی ہے اس نے ایک دن بگڑنا ہے

جو بگڑتی ہے وہ پھر کبھی بن سکتی ہے کبھی نہیں۔ خدائے

رحیم و کریم کی ذات، قادر و قدیر، اسکے خزانے میں کس

چیز کی کمی نہ بنتے دیر لگے نہ بگاڑتے۔ لیکن خدا کی بھی

ایک سنت، خدا کے رسول کی بھی ایک سنت، ہماری

بھی ایک سنت، اللہ میاں جسے بنا دیں اسے خود نہیں

بگاڑتے، رسول کی سنت پر جو چلتا ہے وہ بگڑ نہیں سکتا

جب ہم بگڑ جائیں تو پھر بننے کا نام نہیں لیتے، دُنیا کا

دستور ہے بنتے دیر لگتی ہے بگڑتے نہیں۔ جمعہ جمعہ

آٹھ دن، کہنے کو تو کل کی بات، پر غور فرمائیے تو سارا

تیرہ سو سال سے اوپر گزر گئے، بن کے جو بگڑے پھر

سنجھالے نہیں جاتے۔ اللہ کی پناہ، ہر دم کے بعد

ایک جزر ہوتا ہے، ہر طوفان کے بعد ایک سکون۔

آندھی آتی ہے۔ تو قہم بھی جاتی ہے، بجلیاں کر ٹکتی

ہیں تو خاموش بھی ہو جاتی ہیں، کھیتیاں سوکھتی بھی

ہیں، لہلہاتی بھی، ہر جزیر پر خزاں کے بعد بہاؤ آتی ہے

نہ بہاؤ قدیم نہ خزاں، لیکن ہماری خزاں پر تو کچھ اس

ڈھنگ کی قدامت طاری ہوتی چلی جا رہی ہے کہ واللہ

بہار کو آنکھیں بھی ترس گئیں ۵

صدیل وصل آمد و صد تشنہ تازہ شد

ہرگز نہ بود نشو و نما در گیاہ ما

تم نے مجھے بدر میں جنت سے محروم رکھا اور اب احد میں بھی محروم رکھنا چاہتے ہو۔ یہ کہہ کر روانہ ہو گئے لڑائی کا وقت آگیا عرض کی "یا رسول اللہ! اگر میں شہید ہو جاؤں تو کیا اسی طرح لنگڑا تا ہوا جنت میں پہنچ جاؤں گا" ارشاد ہوا "ہاں" آگے بڑھے لڑے اور شہید ہو گئے ۷

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را
مسلمان گر مسلمان ہو تو واللہ میرا ایمان ہے
بنا سکتا ہے تقدیریں بدل سکتا ہے تدبیریں
وہ بھی اک زمانہ تھا یہ بھی اک زمانہ ہے بیمار ہے
بھوک سے لاچار ہے، برابر دوڑ رہا ہے، کہنے والے
کہتے ہیں، ہر ایک کی سنتا ہے، جو کر سکتا ہے کر گزرتا
ہے، مال بھی، جان بھی، بہت نہ سہی تھوڑی سہی،
سال نہ دو پوری صدی گزر گئی، ساری دنیا چھوڑ ایک
ملک ہی کو سامنے رکھ لیجئے، گھر گھر جلسے، گلی گلی چرچے
جلوس، کانفرنسیں، مار دھاڑ، پیچ و پکار، خون خرابہ
نتیجہ کچھ نہیں، تیلی کا بیل وہیں کا وہیں۔ قصور صرف
ایک فریق کا نہیں تصور کے دو نورخ سیاہ ہیں، قادی
ہیں، جو چیز دیکھو انوکھی، جو بات سنو زالی، بھانت بھانت
کی بولی، جسکے منہ میں زبان ہے وہ اپنی الاپ رہا ہے
کوئی گا کر، کوئی ہنس کر، اپنی اپنی جیب، اپنا اپنا
حلوہ مانڈہ، سننے والے بے خبر، سنانے والے بتلائیں
تو کھائیں کہاں سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
منہ نہ قرآن نہ حدیث، نقل ہی نقل ہے، خدا نے
عقل دی ہے، زبان عطا کی ہے چشم بدور بلبل کی
طرح چمک رہے ہیں، واہ واہ کا شور، نعرہ بکیر کا شور
نصب العین کی خبر نہیں، انجرام پہ نظر نہیں، بھولے
بھالے انسانوں کے جذبات سے کھیل کھیلا، چلتے بنے
بھاڑ میں جائے قوم، جو لھے میں جائے مسلمان۔

۷ گفتند و نور دندوبر خاستند
اکہی میری توبہ واعظ ہیں کہ قومی بھانڈ، اس بھڑ
میں چند مخلص اللہ کے بندے سینے میں دل، دل میں
درد رکھنے والے بھی موجود ہیں، لیکن نثار خانے میں
طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ بھڑیے سے ڈرا ہوا
بھڑکے نام سے کانپ اٹھتا ہے، ادھر ادھر نظر
اٹھائیے، کچھ چلنا چاہتے ہیں، رہبر نہیں ملتا، راستہ
خطرناک ہے، منزل کا پتہ بھول چکے ہیں۔ ہر سوار
ہر پیادہ سے پوچھتے ہیں، جواب ملتا ہے میرے پیچھے
آؤ، ہر آواز مختلف سمت سے آتی ہے، کپڑے اتار
دو، پگڑی مجھے دے دو، گرٹھا ہے۔ کانٹے ہیں،
کو دو، پھاندو، مر جاؤ گے تم نہیں چل سکتے چہرے
پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں، مہوٹوں پر پیڑیاں جچی
ہوئی ہیں، حلق میں کانٹے پڑے جارہے ہیں، بیٹھ
جاتے ہیں، اکہی کریں تو کیا جائیں تو کہاں، سے
چلتا ہوں تھوڑی دور میں ہر راہرو کیساتھ
ملتا نہیں ہے نقش رہ کا رواں مجھے
کچھ صرف سننا چاہتے ہیں، نہ کرنا نہ کرنا، دماغی
عیاشی، چٹارے کے مارے، رونے پہ خوش، یا
ہنسنے پہ راضی، پوچھو کیا سنا، واہ جی اتنا روئے
کہ مزا آگیا، اتنا ہنسنے کہ بل پڑ گئے، ادھر واعظ
کا تیر ہے، حسین، کاسینہ ہے، ادھر آنسوؤں کے
ملاطم میں مزے کی تلاش ہے انا لد وانا الیہ راجعون
نہ مقصد نہ دعا، نہ منزل، نہ تلاش، سنائے تو
کیونکر، سنیں تو کیسے، وہ وارث رسول ہے
یہ جانشین صحابہ ہے، نہ اس کی سنت، نہ ان کی
پیروی، اپنی سنت پر ایسے جھے ہوئے کہ ہلنے کا
نام نہ لیں۔ زمین بدل جائے، آسمان مل جائے
لیکن حضرت نہیں بدل سکتے۔ ہمارا دستور ہے

یاران تیز گام نے محفل کو جالیا
میں محو نالہ جرس کارداں رہا

اغیار کا عمل ہے۔ دنیا آج بھی دیکھ رہی ہے فائدہ
ہی فائدہ۔ آہ ۷

وقت کا ایک اہم مسئلہ

مدح صحابہ رضی

(انمولنا محمد حفاظت اللہ صاحب صدیقی گٹھ)

نہیں رہا۔ بلکہ سوال یہ ہو گیا کہ ایک ناجائز پابندی
کو کیوں گوارا کیا جائے۔

مدح صحابہ رضی کے سوال کی حیثیت بھی بالکل یہی
ہے اگر مدح صحابہ رضی کے جلسوں اور جلوسوں پر حکومت
پابندی عائد نہ کرتی تو ان کی نوعیت وہ نہ ہوتی جو آج
ہے۔ اگر یہ اصول مان لیا جائے کہ کسی کی مدح کو رکھ دیا
جاسکتا ہے تو پھر اس کا دائرہ صرف مسلمانوں تک محدود
نہیں رہے گا بلکہ یہ اصول ہر قوم اور ہر فرقہ پر ہر جگہ
چسپاں کیا جاسکے گا اور اسی لئے سنیوں نے مدح
صحابہ رضی کی پابندی کے خلاف جو سول نا فرمانی کی وہ
در اصل ایک جائز شہری حق کو منوانے کے لئے تھی۔
صحابہ رضی کی ہستیاں تو بہت بڑی ہستیاں ہیں اگر
یہ پابندی ان سے کم سے کمتر ہستی کی مدح پر عائد
ہوتی تب بھی اس کے خلاف صدائے احتجاج کی
یہی نوعیت ہوتی۔

یہ صحیح ہے کہ سنیوں کے لئے یہ ضروری نہیں
کہ وہ صحابہ کرام رضی کی تعریفیں کرنے کے لئے جلوس
اور جلسے بھی کریں لیکن ایسا کرنا ان کا جائز حق

مدح صحابہ رضی کی موجودہ تحریک کے سلسلہ میں خلفاء
ثلاثہ رضی کی مدح اور مذمت کے واجب ہونے یا نہ ہونے
کا سوال اصل سوال نہیں اصل سوال تو اس اصول کا
ہے کہ آیا کسی کی مدح یا مذمت قانوناً جائز ہے یا نہیں
اور آیا اس پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے یا نہیں سوال
کی ابتدائی نوعیت صرف اتنی ہی ہے یہ چیز تو بعد کی
ہے کہ مدح یا مذمت کا مخاطب کون ہے؟ اس لئے
یہ سوال مذہبی تو بعد میں ہے پہلے تو اسے عام انسانی
اخلاق سے تعلق ہے۔

اگر راستہ چلتے ہوئے کوئی شخص میرے سر پر
ایک دھول رسید کر دے تو پھر سوال یہ نہیں رہتا کہ
ایسا میرے چوٹ لگی یا نہیں۔ بلکہ سوال یہ ہو جاتا ہے
کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ
نمک بنانا کون سا فرض تھا مگر گاندھی نے اس کی خاطر
ہزاروں لاکھوں انسانوں کو جیل میں پھونسا دیا کیوں؟
صرف اس لئے کہ اگرچہ بذات خود نمک بنانا نہ فرض
ہے نہ واجب۔ مگر جب حکومت نے نمک بنانے سے
روکنے کا اصول بنا دیا تو اب سوال نمک بنانے کا

ضرور ہے اب اگر اس جائز حق میں مداخلت ہوتی ہے تو سوال بہت بنیادی اصولی اور اساسی ہو جاتا ہے مداخلت کے بعد یہ سوال انسانی آزادی، سوسائٹی کی آزادی، جائز حقوق کو زیر عمل لانے کی آزادی اور سیاسی و شہری آزادی کا سوال ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ آزادیاں خطرہ میں پڑتی ہوں تو پھر ان کی حفاظت ہر انسان پر فرض ہو جاتی ہے۔

رہ گیا تبرے کا سوال۔ سو اگر کسی مذہب کا کوئی اصول عام انسانی اخلاق و شرافت کے خلاف ہو تو مذہبی آزادی کی دفعہ اس پر عائد نہیں کی جاسکتی فرض کیجئے آج کوئی مذہب ایسا پیدا ہو جائے جو ننگے رہنے کو فرض قرار دے تو کیا مذہبی آزادی کے ماتحت اسے سڑکوں اور بازاروں میں ننگا پھرنے کی اجازت دی جاسکے گی۔ مذہبی مراسم کی آزادی صرف اسی حد تک دی جاسکتی ہے جہاں تک وہ عام انسانی اخلاق و شرافت کے خلاف نہ ہوں اور اسی لئے چاہئے شیعوں کے گھر سے اور اختراع کئے ہوئے اصول کے رُوسے تبرا واجب ہو یا فرض، اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی اگر شیعہ کسی نامعقول چیز کو فرض سمجھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اس کی وجہ سے عالم انسانی اخلاق کو تباہ کر دیا جائے۔ شیعوں کو اختیار ہے کہ وہ ”تبرا“ چھوڑ ننگا ناچنے کو فرض قرار دے لیں لیکن اس کی وجہ سے دُنیا بھر کے اخلاق کو تو رسوا نہیں کیا جاسکتا۔

ہم کو فی الحال اس سے بحث نہیں کہ تبراشیعوں کا مذہبی فریضہ ہے یا نہیں لیکن اتنا ضرور عرض کرینگے کہ جب خود شیعوں ہی کے عقیدہ کے لحاظ سے حضرت علیؑ، امام حسنؑ، اور امام حسینؑ نے خلفائے ثلاثہ پر تبر کرنا اس لئے ضروری نہ سمجھا کہ اس سے مسلمانوں میں

تفرقہ پڑنے اور اسلام کے کمزور ہونے کا امکان تھا تو آج بھی شیعوں کو اسی اصول پر عمل کرنا چاہئے ہم تو بعقیدہ شیعہ اس کے قائل نہیں ہو سکتے تھے کہ لغو و بابت حضرت علیؑ، امام حسنؑ، اور امام حسینؑ اتنے بزدل تھے کہ مقابلہ کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے ”تقیہ“ کر کے بیٹھے رہے اور دل میں برا سمجھتے ہوئے بھی انہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار نہ کیا۔ لیکن شیعوں کے عقیدہ کے مطابق اگر اسی کو تسلیم کر لیا جائے تب سوال یہ ہے کہ آخر آج شیعہ حضرات اپنے اماموں کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کیوں کر رہے ہیں جب حضرت علیؑ نے خلفائے ثلاثہ رضہ کی خلافت تک قبول کر لی تو شیعہ آج ان خلفاء کی مدح سننے پر اتنے چراغیا کیوں ہوتے ہیں۔

شیعہ کہتے ہیں کہ اگر علانیہ مدح ثلاثہ پر ٹھی گئی تو شیعہ مذہب تباہ ہو جائے گا، اگر یہ بات ہے تب تو شیعہ مذہب آج سے تیرہ سو سال پہلے تباہ ہو چکا اس لئے کہ حضرت علیؑ نے تینوں خلفاء کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔ امیر معاویہؓ کے خلاف انہوں نے لڑائی کی۔ یزید کے مقابلہ میں امام حسینؑ ڈٹ جانے کے لئے تیار ہوئے لیکن ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ رضہ کے خلاف انہوں نے کبھی کچھ نہ کہا۔ پس اگر ان خلفاء کی مدح سننے سے آج شیعیت تباہ ہو سکتی ہے تو یہ تباہی عرصہ ہوا آچکی۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ اگر تبرہ بازی اتنی ہی ضروری اور جزو دین ہے تو یہ تبرے بازی حضرت علیؑ نے کیوں نہیں کی؟ آج تو مدح صحابہ رضہ کے شارح عام پر پڑھنے کا سوال ہے لیکن حضرت علیؑ رضہ کے سامنے تو ان صحابہ کے خلیفہ ہونے کا سوال تھا۔ انہوں نے اس وقت ان کی لغت میں آواز کیوں نہ اٹھائی؟ کیا علیؑ ظہیر، سرور، رحیم

سرطان احمد اور ملک حسین سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ گزرے تھے کہ ان کے دل میں ان جیسی حرارت بھی نہ پیدا ہو سکی۔ کیا عجیب بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ تو تینوں خلفاء کے زمانہ میں سکون سے رہیں ان کو بقول شیعوں کی مشہور کتاب ”نہج البلاغہ“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عظیم الشان ملکی اور مذہبی محاکمات کے سلجھانے میں پہلے تین خلفاء ابوبکر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کا ساتھ خلوص نیت اور کامل اتحاد قلبی سے دیا یہاں تک کہ جب وہ بیٹھے میں بیٹھ گیا، جب وہ کھڑے ہوئے میں کھڑا ہوا۔ اور جب وہ چل پڑے میں بھی چل پڑا۔ جب انہوں نے مجھ سے مدد چاہی مینے اپنی خدمات پیش کیں۔ ان کو مشورہ دینے میں مینے تامل نہیں کیا۔ نہیں بلکہ میں دار الخلافہ مدینہ میں انکی غیر حاضری میں ان کی نیابت کرتا رہا۔ خلوص نیتی اور اتحاد قلبی سے مشورہ دیتے اور ان کی غیر حاضری میں نیابت کے فرائض انجام دیتے رہیں لیکن آج علی حسن اور حسین کے نام پر ان ہی خلفاء کو گالیاں دینے اور لعنتیں بھیجنے پر اصرار کیا جائے۔

بہر حال مذہبی اخلاقی اور اصولی ہر اعتبار سے جس دن مدح صحابہ کے جائز حق پر پابندی ہوئی اسی دن سے ہر خود دار انسان بلکہ ہر اصولی انسان پر فرض تھا کہ اس کے خلاف احتجاج کرے چنانچہ اسی بنیاد پر سنیوں نے اس پابندی کو اٹھانے کی جدوجہد کی اور بار بار ہزاروں کی تعداد میں جیل گئے۔ چنانچہ جب کانگریسی وزیروں نے حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لی تو ”یکٹ“ اور الپ کمیشن کے سامراج نوازوں کی جاہلانہ منطق ان کی سمجھ میں نہ آ سکی اور آخر کار انہیں ان کے فیصلہ سے اختلاف اور سنیوں کے معقول مطالبہ کے آگے تسلیم خم کرنا پڑا۔ گورنمنٹ کے منکھوار ایجنٹ

اپنی احمقانہ تنگ خیالی کی بنا پر یہ پوچ اور لچر دلیل پیش کرتے ہیں کہ ”راج الوقت قانون کی رو سے بہت سے ایسے مستحبات اور سنن ہیں جن کو زیر عمل لانا ممنوع ہے پس جب سنیوں نے ان کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس قسم کی جدید پابندی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں۔“ (رپورٹ الپ کمیٹی ۱۳۵۸ھ) بالفاظ دیگر اس استدلال کا یہ مطلب ہوا کہ اگر کل کو گائے کا ذبیحہ ممنوع قرار دیدیا جائے، جدید مسجدوں کی تعمیر روک دی جائے، عیدین کی نماز پر پابندی عائد کر دی جائے، قرآن کی جدید طباعت اور خرید و فروخت بند کر دی جائے تو مسلمانوں کو اس کے خلاف لب کثائی کی اجازت نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ تمام باتیں فرض نہیں ہیں اور جب فرض نہیں ہیں تو حکومت وقت جب چاہے انہیں روک سکتی ہے۔ کیا اس استدلال پر میرے کسی تبصرے کی ضرورت ہے؟

سب سے زیادہ لغو اور لچر دلیل فریق مخالف کی طرف سے یہ دی جاتی ہے کہ اگر سنی مدح صحابہ کیلئے آزاد ہوں تو شیعوں کو بھی تبرے کی اجازت ملنی چاہئے آپ ہی غور فرمائیے کس قدر احمقانہ اور مضحکہ خیز دلیل ہے۔ گویا مدح کرنا اور گالی دینا ایک ہی نوعیت کی چیزیں ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر آج کوئی ایسا نیا مذہب پیدا ہو جائے اور کسی نئے مذہب کا پیدا ہونا موجودہ حکومت کے عہد میں قانوناً کوئی جرم نہیں جس میں رام کرشن بدھ اور عیسائی کو گالیاں دینا جرم و ایمان قرار دیا جائے اور پھر اس مذہب کے ماننے والے حکومت وقت سے مطالبہ کریں کہ چونکہ مذکورہ بالا افراد کی تعریف سننے سے ہمارے مذہبی جذبات مشتعل ہوتے ہیں، اس لئے یا تو علی الاعلان ان کی مدح سرائی کرنا جرم قرار دیا جائے یا پھر ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم صربازان سب کو

گالیاں دے سکیں تو کیا دنیا کا کوئی معقول انسان بھی اس مذہب کے اس احمقانہ، مفسدانہ اور شرارت پسند مطالبہ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوگا؟ کیا دنیا کے کسی گوشہ سے بھی اس مطالبہ کی حمایت میں کوئی آواز بلند ہو سکے گی؟ کیا کوئی معمولی عقل والا انسان بھی اس خواہش کو جائز قرار دینے پر خود کو آمادہ پائے گا؟

لیکن کیسے تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ اس بدیہی اور واضح نامعقولیت کے باوجود پکٹ والپ کمیٹی کے ممبران نفع بازارہ فضا کے ماتحت مدح صحابہؓ اور تبرے دونوں کو ایک خانہ میں رکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں!

میں آپ سے انصاف کے نام پر دریافت کرتا ہوں کہ دنیا کے کس قانون میں، کس جمہوریت میں، کس کانٹنیٹیویشن میں، اور کس اخلاقی آئین میں کسی کی مدح کرنا جرم ہے۔ اسی طرح مجھے قطب شمالی سے لیکر قطب جنوبی تک کوئی ایسا مقام بتلا دیا جائے جہاں کسی معمولی سے معمولی شخص پر لعنتیں کرنا، اسے شیطان کہنا اور غاصب و ظالم کہہ کر اس کو رسوا کرتے پھر ناجائز و روا ہے؟ لیکن جب ایسا نہیں ہے۔ جب دنیا کے عام آئین کی رو سے کوئی کسی کو کسی کی مدح سے نہیں روک سکتا اور نہ کسی کو کسی کے رسوا کرنے کی اجازت دے سکتا ہے تو پھر یہ کیا مصیبت ہے کہ مدح صحابہؓ اور تبرے کے قضیہ میں متعرضین کی دورائیں ہو جاتی ہیں۔ اگر کوئی میری توہین کرے۔ مجھے رسوا کرے۔

اور مجھے سر بازار گالیاں دے تب تو اس کا فعل تبریت ہند کی دفعہ ۵۱۲ کے ماتحت جرم ہے اور مجھے پورا پورا حق حاصل ہے کہ ایسے شخص کے منہ میں قانون کی لگام دیکر اسے اپنے خلاف بکواس کرنے سے روک دوں، لیکن جب ایک شخص دنیا کی ان فقید المثال ہستیوں کے متعلق

زبان طعن دراز کرتا ہے جن کو ایک نے نہیں، ایک ہزار نے نہیں، ایک لاکھ نے نہیں، ایک کروڑ نے نہیں بلکہ کروڑوں نے اچھا کہا ہے اور آج تک اچھا کہتے چلے آ رہے ہیں۔ تو آپ اس کی اس گندہ دہنی بریکل خور کرنے لگتے ہیں؟ آپ یہ کیوں سوچنے لگتے ہیں کہ اس کا یہ فعل شاید صحیح ہو اور آپ کیوں اس جرم کے ارتکاب کرنے والوں کے ڈپوٹیشنوں کو اعزاز دینے لگتے ہیں؟ معاذین اسلام اعتراض کرتے ہیں، مخالفین مذہب اس بے بنیاد دلیل کی پناہ لیتے ہیں اور حکومت کے آلہ کار اپنے مخصوص مصالح کی بنا پر اس کو سراہتے ہیں کہ ”مدح صحابہؓ بدعت ہے اور اس طرح مدح صحابہؓ شارع عام پر پڑھنا کسی شریعت سے روا نہیں اس سارے تیرہ سو برس کی مدت میں کبھی بھی مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا“

جواب میں عرض ہے کہ تھوڑی دیر تاریخ کی ورق گردانی اس حقیقت کو میت عنکبوت سے زیادہ اہمیت نہیں دیتی۔

غور فرمائیے۔ سب سے پہلے خطبہ میں خلفاء کا نام داخل کیا گیا۔ بعد کتابوں کے آغاز میں حمد و نعت کے بعد آل رسول کی تعریف کے ساتھ اصحاب رسول کا تذکرہ بھی ضروری سمجھا گیا۔ غرض آج سے پہلے تک جب اور جس جگہ مسلمانوں کو لوگوں کے دل سے خلفاء کی عظمت نکل جانے کا اندیشہ ہوا انہوں نے خلفاء کی مدح پر اصرار کیا ہے۔ ورنہ خطبہ میں ابو بکر رضی عمر رضی اور عثمان رضی کے ناموں کو داخل کرنے کی کیا وجہ تھی کتابوں اور تصنیفوں کے آغاز میں اصحاب رسول کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

میں دانستہ طور پر اس نشست میں گہرے طور پر مذہبی پہلو سے اس مسئلہ کی اہمیت پر روشنی نہیں ڈال

ربا ہوں جب بدیہی اور واضح نیز عام روزمرہ اصول و ضوابط سے یہ مسئلہ پایہ ثبوت کو پہنچ جاوے تو شریعت کے بحرِ فہار میں غواصی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

”بدعت“ کے بارے میں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام میں اس کا کہیں اور کسی طرح وجود نہیں صرف جہلاء نے اپنے پیٹ کو پالنے کے لئے اس کا اِشراق کر رکھا ہے اور عوام کو مکرو فریب کے جال میں بھانسنے کے لئے اس کی تقسیم و تقسیم بھی کر دی ہے۔ آپ خود ہی فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ صحابہ و سلم کے اس فرمان کے بموجب کہ کُلُّ شَيْءٍ عَنَّا ضَلَالَةٌ وَلِكُلِّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے ”بدعت“ کا کہاں وجود باقی رہتا ہے۔

آپ غور سے انصاف فرمائیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مشہور حدیث کے بعد جس کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے دفترِ اول مکتوب ۲۵۱ میں ذکر کیا اور علامہ ابن حجر مکی نے صواعق میں نیز علامہ علی قاری مکی نے شرح مشکوٰۃ میں نقل کیا ہے۔ جمود و غفلت کی گہرائی

نہند سونے والی مستیوں کا کیا فرض ہو جاتا ہے۔ کہ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ظَهَرَتِ
الْفِتْنَةُ أَوِ الْبِدْعُ وَ سَبَّحْتُ أَصْحَابِي فَلْيُظْهِرِ
الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَعَلَيْهِ
لَعْنَةُ اللَّهِ وَمَلَائِكَتُهُ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ
اللَّهُ مِنْهُ حَرْفًا وَلَا عَمَلًا — یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جس وقت فتنوں یا بدعتوں کا ظہور ہو اور میرے
اصحاب کو گالیاں دی جائیں تو عالم پر لازم ہے کہ اپنے
علم کو ظاہر کرے (یعنی ان باتوں سے منع کرے اور صحابہ
کرام کے فضائل جو اس کے علم میں ہوں بیان کرے

اور بدگوئیوں کا جواب دے) پھر جو عالم ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت۔ اللہ نہ اس کی کوئی عبادت قبول کرے گا نہ اس کی کوئی پہنیز گاری۔
اعتراض کے دوسرے پہلو یعنی ”مدح صحابہ نہ شائع عام پر پڑھنا کسی شریعت سے روا نہیں اور اس سارے تیرہ سو برس کی مدت میں کبھی بھی مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا۔“ کے بارے میں نہایت احترام سے عرض ہے۔ کہ یہ ایک جلدوں اور جلو سوں کی جو شکل ہمیں آج نظر آتی ہو یہ خود چند دنوں کی پیداوار ہے۔ اس سے قبل یہ چیز تھی ہی نہیں۔ احتجاج و مظاہرہ کی جو صورتیں آج پیدا ہو گئی ہیں وہ آج سے ۵۰۰ برس پیشتر نہ تھیں اس زمانہ میں نہ تو تعزیئے تھے اور نہ یا حسین یا عباس کا نام لیکر چھاتیاں کوٹتا ہوا انسانوں کا جلوس بازاروں میں نکلتا تھا تعزیئے کی تاریخ تو تیمور لنگ کے بعد ہندوستان میں حملہ ۱۵۱۹ء کے بعد سے شروع ہوتی ہے اور اس کا موجب اسی کو مانا گیا ہے۔ پھر اس ایجاد کے بعد سے جو حدیثیں اس میں داخل کی گئی ہیں اور جو کل پھندنے اس میں پھوٹے ہیں وہ سب کچھ چند سالوں کی یا زیادہ سے زیادہ دو صدی کی ایجاد ہیں۔ اگر جلوس صحابہ رضی عنہم بدعت ہے۔ اور اس بناء پر اس کو بند کر دینا چاہئے۔ تو تعزیئے کے بارے میں معترضین کا کیا فتوے ہے؟ چونکہ جلسوں اور جلوسوں کا رواج بھی آج کل کی پیداوار ہے اسی سے آج سے پہلے جلوسوں کی شکل میں مدح صحابہ کا مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ اگر اس زمانہ کے لوگوں کو کسی طرح اس بناء کا علم ہو جاتا کہ ۱۵۱۹ء کے بعد سے شارع عام پر مدح صحابہ رضی عنہم پڑھنا قانوناً ممنوع قرار دیا جائے گا تو اس زمانہ کے لوگ یقیناً جلوس کی ایجاد کر کے اس کی موجودہ اعتراضی شکل کو محفوظ کر دیتے۔ اس لئے یہ کہنا کہ مدح صحابہ رضی عنہم ایک بدعت ہے بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے آپ

ماتحت وہ اپنے اس اعلان نفرت میں کوئی پاک محسوس نہیں کرتے اور کل جس چیز کو شمشیر و طاقت کے زور سے لے لیتا چاہتے تھے۔ آج اسے برطانوی قانون کی امداد سے حاصل کرنے کے آرزو مند ہیں۔ مدح صحابہ کا قضیہ اسی آرزو کی پیداوار ہے۔ کل صفویہ خاندان نے تنویر کے زور سے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی محبت کو لوگوں کے دلوں سے نکال پھینکا چاہا تھا آج شیعہ تعزیرات ہند اور پولیس کی اعانت سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

خاتمہ کلام پر ہر اس جابر و ظالم طاقت سے جو مسئلہ مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی راہ میں سنگ گراں بنی ہوئی ہے دریافت کرتا ہوں کہ دنیا کی کون طاقت ہے جو قرآن پاک کی آیت معیت کی زندہ تفاسیر کی مدح حضرت علیؑ کے قول :-

”خَيْرُ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ
ثُمَّ عُمَرُ“

کے زندہ جاوید اور پرسکون ارواح کی مدح حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے داماد حضرت فاروق اعظمؓ کی مدح حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے نانا حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کی مدح اور امام حسینؑ کے خالو حضرت عثمانؓ ذی النورین کی مدح کو روک سکے۔

یقیناً
کوئی طاقت
نہیں!

یہ کہنے لگیں کہ ریل میں نماز پڑھنا بدعت ہے یا ہوائی جہاز میں قرآن شریف پڑھنا بدعت ہے۔ ریل اور ہوائی جہاز پہلے زمانہ میں نہ تھے اس لئے ان میں بیٹھ کر قرآن و نماز پڑھنے کا تصور لوگوں کو نہ آتا تھا، لیکن اب جبکہ یہ چیزیں ایجاد ہوئی ہیں تو ان میں نماز و قرآن پڑھا جاسکتا ہے اور اگر کوئی ہمیں ایسا کرنے سے روکے تو پھر ہم یقیناً اس سوال پر لڑیں گے اور انسانی آزادی کے نام پر یہ لڑنا بھیجی ضروری ہوگا۔ یہی صورت آج مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہے۔ آج سے پہلے جلسوں اور جلوسوں کی گرم بازاری نہ تھی۔ لیکن آج جلسوں اور جلوسوں کا زمانہ ہے اس لئے جہت بیواجی کی یاد میں جلسے کئے جاسکتے ہیں، جلوس نکالے جاسکتے ہیں۔ یا عبادت یا حسینؑ کا نام لے کر شارع عام پر سال کے ۳۶۵ دن میں روزانہ جلوس نکالا جاسکتا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کو اچھا سمجھنے والے ایک دن بھی ایسا نہ کر سکیں۔

اسلامی تاریخ کا معمولی طالب علم بھی اس حقیقت سے باخبر ہے کہ اسلام کی گزشتہ تاریخ میں شیعوں نے ہمیشہ اپنے وجود کو ”تقیہ“ کے پردے میں چھپانا ضروری سمجھا ہے اور ان مقامات کے علاوہ جہاں حکمرانی کی طاقتیں شیعوں کے ہاتھ میں تھیں، شاذ و نادر ہی یہ طبقہ اپنے عقائد کو علانیہ پیش کرنے کی جرأت کرتا تھا اور اس لئے قدر تا مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی قسم کا کوئی سوال پیش ہی نہ ہوا۔ ایران میں جب عثمان حکومت صفویہ خاندان کے ہاتھ آئی تو بزدل شمشیر تمام سنیوں کو شیعیت کے رنگ میں رنگ دیا گیا۔ اور اس لئے وہاں مدح صحابہ کا ذکر ہی کون کر سکتا تھا۔ آج برطانوی حکومت کے

شمس الاسلام

کی توسیع اشاعت کے لئے قارئین کرام کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ (مبلغ)

مدعیان عدل و انصاف کے دامن پر شہیدوں کا خون

(از سیکرٹری صاحب مجلس تحفظ ناموس صحابہؓ لکھنؤ)

کے بہانہ سے نقص امن کی خود ساختہ آڑ پیدا کی گئی اور مدح صحابہ کا جلوس روک دیا گیا۔ کئی ہزار مسلمان سول نافرمانی کے جرم میں جیل بھیج دیئے گئے اور جرمانہ کی بڑی بڑی رقمیں ان سے وصول کر کے ان کو ہر طرح سے پریشان کیا گیا۔

اب حال کاخونی واقعہ ملاحظہ ہو

۱۳۵ سال بھی حسب معمول ۱۲ ربیع الاول کے لئے ڈپٹی کمشنر کو جلوس کی درخواست دی گئی جس کا فوری جواب ڈپٹی کمشنر نے نفی میں دیتے ہوئے تنگ کی مصروفیتوں کا عذر لنگ پیش کیا اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کیا کہ سنی شیعہ میں تصادم کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اس سال آپ کو جلوس نکالنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اس جواب سے مسلمانوں میں سخت بے چینی اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاول کو حسب معمول وہ اپنے اپنے محلوں سے سچاس پچاس ساتھ ساتھ کی تعداد میں اور بعض محلوں سے اس سے بھی زیادہ مجمع کے ساتھ جھنڈے لے لے کر مدح صحابہ پڑھتے ہوئے نہایت امن کے ساتھ عید گاہ عیش باغ میں جہاں سے جلوس نکلنے والا تھا پہنچ گئے۔ نہ راستہ میں کہیں پولیس نے دفعہ ۱۴ کی خلاف ورزی میں روکا نہ گرفتار کیا اور نہ کسی قسم کا تصادم۔ بلکہ فساد شہر میں ہوا۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد یہ مجمع بشکل جلوس مرتب ہوا۔ اور روانہ ہوا والا ہی تھا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب نے لیڈران مدح صحابہ

۳۵ سال سے لکھنؤ کے مسلمانوں پر جو مظالم کی بارش ہو رہی ہے۔ غالباً اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہ ملے گی ۱۹۵۹ء میں حکومت کی طرف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور آپ کے خلفائے راشدین کی تعریف شائع عام پر جرم قرار دی گئی۔ ابتداءً یہ حکم صرف تین دن یعنی ۱۰ محرم ۲۰ صفر اور ۲۱ رمضان کے لئے وہ بھی محدود اوقات و مقامات کے لئے تھا مگر رفتہ رفتہ بتدریج تمام سال کے لئے حاوی ہو گیا۔ ۱۹۳۶ء میں محض اس شر کے پڑھنے پر کہ

ہمیں اسے جذبہ اسلام تجھ سے کام لینا ہے
ابو بکر و عمر عثمان علی کا نام لینا ہے
مسلمانوں کو چھ ماہ قید سخت کی سزائیں دی گئیں۔
مسلمانوں نے جدوجہد کا کوئی پہلو اٹھا نہیں رکھا غریبوں کا پسینہ بھی پانی کی طرح صرف ہوا۔ اور وہ بار بار ہزاروں کی تعداد میں اسیر زنداں بھی کئے گئے۔

بالآخر ۱۹۳۹ء میں گورنمنٹ نے ایک کمیونک شائع کیا جس میں ان بزرگان دین کی تعریف کو مسلمانوں کا جائز حق تسلیم کیا گیا۔ اور ان کو یقین دلایا گیا کہ ۱۲ ربیع الاول کو ہر حال میں مسلمانوں کا جلوس مدح صحابہ ضرور نکلایا جائے گا۔ چنانچہ دو سال پہلوں پورے امن اور ضبط و نظام کے ساتھ نکلا سال گذشتہ یعنی ۱۹۴۱ء میں ڈپٹی کمشنر لکھنؤ نے خواہ مخواہ شیعوں کو ایک جوابی جلوس کی اجازت دیدی کہ وہ صحابہ کرام کے متعلق کچھ تاریخی حقائق بیان کریں۔ اس اجازت

سے کہا کہ وہ جلوس سڑک پر نہ گذرنے دینگے۔ جس پر ڈپٹی کمشنر صاحب سے یہ استدعا کی گئی کہ جبکہ آپ نے پورے شہر میں کوئی مزاحمت نہیں کی تو عید گاہ سے چار باغ تک بھی جو کہ شہر کی آبادی سے باہر ہے اور صرف ہندوؤں یا سنیوں کے مکانات ہیں وہاں سے بھی جلوس کو جس کے لئے پبلک پے تاب ہے نکل جانے کی اجازت دیدیجئے۔ مگر یہ استدعا قابل قبول نہ سمجھی گئی مسٹر نذیر احمد ایڈووکیٹ نے یہ دیکھ کر کہ مرتب شدہ جلوس میں آگے بڑھنے کے لئے بمقامی بڑھ رہی ہے پھر ڈپٹی کمشنر صاحب سے عرض کیا کہ جلوس کو یا تو نکل جائے کی اجازت دیدیجئے اور یا سب کو گرفتار کر کے جیل بھجوا دیجئے۔ کیونکہ مسلمان جلوس نکالنے پر بہت زائد مصرعیں مگر ممدوح نے فرمایا کہ اگر جلوس مسلمان نکالیں گے۔ تو ڈنڈا چارج ہوگا۔ اور گولی چلے گی۔ اس پر نذیر احمد صاحب نے کہا کہ آپ حاکم ہیں چاہے گولی چلائیے چاہے ڈنڈا چارج کیجئے یا جلوس کو نکل جانے دیجئے۔ گرفتاریوں کے متعلق جناب ممدوح نے فرمایا کہ ہمارے پاس لاریوں کا اس قدر زائد انتظام نہیں ہے کہ ہم اتنے بڑے مجمع کو گرفتار کر کے جیل بھیج سکیں۔ اس پر ان سے یہ عرض کیا گیا کہ پیدل چلے جانے کا حکم دیجئے۔ یہ پورا مجمع خوشی سے پیدل چلا جائے گا مگر ڈپٹی کمشنر صاحب نے اس کو بھی منظور نہ فرمایا۔ اتمام حجت کے لئے یہ بھی گزارش کی گئی کہ اچھا اس مجمع کو ڈی ایس وی اسکول میں لیجا کر جو یہاں سے بہت قریب ہے بند کر دیجئے۔ وہاں سے قھوڑے قھوڑے آدمیوں کو جیل پہنچا دیجئے۔ مگر موصوف نے اس سے بھی انکار فرمایا۔ دو گھنٹے سا رات تب شدہ جلوس دھوپ کی تیش میں بیٹھے بیٹھے عاجز ہو گیا اسکے بعد جلوس نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ مگر روکنے پر رک گیا۔ کئی بار ایسا ہی ہوا۔ اور بالآخر وہ مجمع پولیس کی

قطار کو ہٹا کر آگے بڑھا۔ اس کے بعد پولیس کی طرف سے اس ہتھ اور پیرامن مجمع پر لاکھڑیوں کی بارش ہونے لگی لیکن مسلمان اپنی جگہ سے نہ ہٹے اسی اثناء میں تماشائیوں میں سے چند مفسدہ پروانے جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولیس کی جانب سے اسی مقصد کے لئے لائے گئے تھے ڈھیلے پھینکنا شروع کئے لیکن بجائے اس کے کہ ذمہ دار حکام ان ڈھیلے پھینکے والوں کا کوئی انداز کریں۔ اور منتظمین کو موقع دیں پولیس نے منتظمین جلوس کو ڈنڈا مارے اور پیرامن اور ہتھ جلوس پر فائرنگ شروع کر دی جس سے کافی مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں سے چار لاشیں اب تک مل سکی ہیں اور بہت سے مسلمان زخمی بھی ہوئے ہیں مگر ہتھ مسلمانوں کے استقلال کا یہ عالم تھا کہ اپنے بھائیوں کو گولی کا نشانہ بن کر زخمی ہوتے اور شہید ہوتے دیکھ کر بھی جلوس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ پولیس نے اس پیرامن جلوس کے منتشر کرنے کے لئے کئی بار فائرنگ کی مگر مجمع پر گولیاں نہ چلائی جاتیں تو یہ جلوس امن کیساتھ نکل جاتا گولیاں چلا کر خون بہا کر جلوس کو روکا گیا جس طرح یہ ظلم بے نظیر ہے اسی طرح مسلمانوں کی اور ان کے لیڈروں کی ثبات قدمی بھی بے مثال ہے لیڈروں کو بھی پولیس نے زخمی کیا حالانکہ وہ لوگ امن قائم کرنے کی برابر آخر تک کوشش کرتے رہے۔ یہ خونریز واقعہ لکھنؤ کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ شہیدوں کے ورثاء ہم لوگوں کی ہر قسم کی ہمدردی کے مستحق ہیں اور شہیدوں کے لئے تو کچھ کہنا بیکار ہے وہ تو اس وقت رحمت الہی کی آغوش میں فردوس بریں کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔

تمام باخندگان ہند سے عموماً انسانیت کے نام پر پاپیل اور مسلمانان ہند سے خصوصاً مذہب کے نام پر لکھنؤ

پاپیل اور مسلمانان ہند سے عموماً انسانیت کے نام پر لکھنؤ

تہ فیض

بنگش سنی اور کلب علی شیعہ کی پچیسویں ملاقات

(سلسلہ جدید)

(از خان زادہ غلام احمد نصاب صاحب بنگش - بنگوہ کوہاٹ)

آں پنجتن کہ اول او نور کبریاست
 سرور انبیاء و مقدم بما سواست
 بدر الدجی حبیب خدا ذات احمدیست
 افضل زکائیات بدرگاہ ایزدیست
 سویم ازاں کہ فتح و ظفر زیر پاش بود
 کسری و قیصرش یکے از خیل تاش بود
 چارم و پنجمین او عثمان رف و حمید زند
 داماد مخلصین رسول مطہر اند
 شہرت گرفتہ آنچہ در عوام پنجتن
 بودند جملہ بس ہمیں انوار سبر ہین
 آں پنجتن کہ شافع روز قیامتند
 از جملہ روزگار مہین روزگار اوست
 طاقت کرا کہ نام فتوحات آں برند
 ایران و شام و مصر و عرب یادگار اوست
 شان جلالتش کہ ہو بیاز و اضحی است
 عرش عظیم سربہ زمین از وقار اوست
 دوئم کہ آں سالار آل محمدی است
 برگشتہ خدایاں جہاں یار غار اوست
 قولش بسا موافق قول خداش بود
 آں حضرت عمر شہر کہ جہاں زیر بار اوست
 ذی حرمت و شرف بحضور ہمیں برند

بنگش۔ مرحبا بخیر آمدی اکلک علی! اگرچہ تھینا سال کے بعد آپ کی ملاقات سیر ہوئی لیکن بقول شخصے دیر آید درست آید۔ اس عرصہ میں میں نے پنجتن پاک مقدسین کے متعلق ایک قصیدہ مرتب کر کے آپ کو بطور ہدیہ پیش کرنے کا تہیہ کر لیا ہے تاکہ آپ اور ناظرین "شمس الاسلام" اسکو ملاحظہ کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

کلب علی۔ (بریں مژدہ گر جال نشام رواست) بر تضا معلیٰ کہ آپ سے مجھے اس قدر توقع نہ تھی جیسا کہ آپ نے اظہار کر کے مجھے خوشی سے لرزہ کر دیا۔ جزاک اللہ فرمائیے ہمہ تن گوش بہ آواز ہوں۔
 بنگش۔ جناب اخلاص مآب آپ کے شفقت آمیز الفاظ کا شکریہ ادا کیجئے۔ عرض کئے دیتا ہوں۔ ملاحظہ ہو قصیدہ۔

قصیدہ پنجتن پاک

سلا اللہ علیہم و علیہم السلام

آں پنجتن کہ قاطع راہ ضلالتند
 آں پنجتن کہ قانع شرک و شناختند
 آں پنجتن کہ سید و سالار و سرورند
 خاصان بارگاہ خداوند اکبر بند

ثلاثہ نے اپنا جھنڈا بنا کر علی ابن ابی طالب عمر اودو داماد رسول اکرمؐ سے خلافت و سلطنت چھین کر خود تخت خلافت پر کیے بعد دیگرے چوبیس سال تک متواتر حقدار خلافت یعنی امیر المومنین علیؑ کو محروم رکھ کر طرح طرح کے مظالم اُن پر کر کے اُن کے آل و عیال کو ہمیشہ کے لئے محتاج اور دوسروں کے لئے دست نگر بنا گئے۔ ایسی صورت میں آپؑ خود انصاف کریں کہ ہم کیونکر اُن کے دوست اور خیر خواہ بن سکتے ہیں۔

بنگش۔ اوکینہ تو ز اور اہل بیت کے نادان دوست یہ آپؑ نے کیا دیوانہ پن کا اظہار کر کے علیؑ اور آل علیؑ کو محتاج اور دوسروں کا دست نگر بنا کر ان کی توہین کا ارتکاب کیا۔ میں اس سوال کے جواب کا آپؑ سے خواہاں ہوں کہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے اگر مولا علیؑ سے حکومت چھین کر اوس پر خود اپنا سکہ جمایا تو اسی طرح سے مولاؑ نے موصوف کو بھی حق حاصل تھا کہ اپنے دوران حکومت میں مغصوبہ مال و ملک کو واپس چھین کر حق بحقدار رسید کا معاملہ کرتے ایسے صورت میں اُن پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا۔

کلب علی۔ میں نے آپؑ کا تمام پیش کردہ مضمون اور دلائل غور سے سنے۔ اب میں لکھنؤ جا کر ان سب کا تصفیہ مجتہدین عظام سے کر ا کر تباہ دوبارہ آپؑ سے نیاز حاصل کر دوں گا۔

بنگش۔ میں آپؑ کو خوشی سے رخصت کرتا ہوں۔ امید ہے کہ بہت جلدی آپؑ مجھے اپنی ملاقات سے محفوظ اور مشکور فرمائیں گے۔

(باقی آئندہ)

یک صاحب دو نور و یکے شہسوار است
تمامت کراں خزند ز غم زندہ در کفن
از تیغ بنگشی کہ زباں ذوالفقار است
آن پنجیق کہ نصرت حق ہمکنار است
احمد نبی و ہر یکے از چار یار است
تا بریں پنج فتدا از سر اقیان شوی
بخدا تا بہ ابد کامل الایمال نہ شوی

کلب علی۔ اہو۔ بنگش میں چہ بوالعجیبت لیک نہ شدہ دوشہ (تقریباً گیارہ سو برس سے جبکہ ۲۵۲/۲۵۵ ہجری میں امام محمد مہدی ابن عسکری خلفا عباسیہ کے مظالم سے روپوش ہو کر غار سامرہ متصل بغداد میں چھپ کر ہم مومنین کو بے یار و مددگار چھوڑ گئے ہیں۔ اُس وقت سے آج تک ہم جان نثاران اہل بیت پنجتن پاک کا جو گروپ بنا گئے ہیں جن کو یہاں پر ہم دوہرانے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔ کیونکہ پنجتن پاک کا مبارک جملہ ہمارے مردوزن خواندہ و ناخواندہ ہر ایک کی زبان پر جاری ہے۔ لیکن اب آپؑ کا پنجتن پاک کچھ اور جلدہ دکھا کر ہم کو ترزلزل میں ڈال رہا ہے۔

بنگش۔ آپؑ کو امیر المومنین مرشد جبرائیل امین کی قسم۔ کہ اگر میں نے پیش کردہ قصیدہ میں قرآن عظیم یا ارشادات رسول کریمؐ کے برخلاف کچھ لب کشائی کی ہو۔ تو آپؑ کو حرف گیری کی اجازت ہے۔ لیکن بغض و حسد کا بُرا ہو۔ اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔

کلب علی۔ جناب من! میں اس معاملہ میں آپؑ کی ہاں میں ہاں ملانے کو تیار نہیں۔ جبکہ آپؑ کے مرقومہ پنجتن میں سے دوم سوئم چہارم یعنی اصحاب

محرم الحرام اور شیعیان یزید

(۳)

(از سید تصدق حسین صاحب جعفری بی اے بھیری)

میرے مضمون کی یہ تیسری قسط ہے اور قبل اسکے کہ میں اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنا تعارف خود کروں کیونکہ ناظرین یہ نہ سمجھ لیں کہ محترم ایڈیٹر صاحب نے صحافتی ہوشیاری سے کام لیا ہے اور شیعیان یزید کے خلاف جو محاذ قائم کیا ہے اس میں کوئی سیاسی یا مذہبی سازش کام کر رہی ہے۔ حالانکہ بات بالکل صاف ہے۔ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں یا آئندہ آپ مطالعہ کریں گے یہ میرا بیس سالہ مذاہب عالم کے نظریہ پر کھینچنے کے بعد تحقیق فیصلہ ہے اور دنیا کی کوئی طاقت مجھے اپنے مشن سے علیحدہ نہیں کر سکتی۔ میں ایک مشہور و معروف بخاری خاندان سے تعلق رکھتا ہوں اور والد مرحوم نے ہی اس علاقہ میں مذہب شیعہ کی روشنی بھیلوائی۔ اور محرم کا ذوالجناح اور علم کا لاشنس خاکسار کے نام ہے اور میرا خاندان ہر موقع پر اپنی مذہبی حس کا ثبوت دے چکا ہے۔ میں نہ صرف شیعہ ہوں۔ بلکہ شیعیت کا فدا لئی گو شیعوں کا شیدائی نہیں ہوں۔ مشہور کتاب براہین امامیہ اپنے خراج پر آل انڈیا تقسیم کی گئی۔ مرزائیت کے خلاف ذاتی قربانی کر کے محاذ قائم کیا اور بارگاہ ضیعیہ، جواب تفہیمات ربانیہ اور تحفہ قادیان میرے ہی قلم سے اپنی صداقت کا لوا منوا چکی ہیں۔ اور آج تک لا جواب ہیں۔ انگریزی میں ماہنامہ الفاظہ کی آواز یورپ آسٹریلیا تک پہنچی گئی۔ اور

مشہور عالم کتاب (The Ideal Man) (دی آئیڈل شہید) بھی اس خاک رنے لکھ کر بین القومی شہرت کے لیڈروں تک مفت تقسیم کی اور خود مدراس کلکتہ۔ شملہ اپنے خرچ سے تبلیغ کر کے سوانح عمری حسین اور خاتون جنت کو انگریزی میں مذاہب عالم کے سامنے پیش کرادیا۔ اور اس کا دیباچہ میرا ہی تحریر کردہ ہے اور مسودہ انگریزی بھی اسی خاک رنے مکمل کیا۔ شیعہ کے ذمہ دار مذہبی سیاسی لیڈروں نے جو کچھ اس خاکسار کے متعلق تحریر کیا وہ بجائے خود ایک کتاب ہے۔ اور چند سطور ناظرین کے لئے کافی ہیں تاکہ شیعیان یزید غلط فہمی نہ پیدا کر سکیں۔

”آپ کے جوش ایمانی سے میں کچھ عرصہ سے

واقف ہوں۔ میری قوم میں مشرقي و مغربی

علوم سے مرصع ہستیاں بہت کم ہیں اور جو

ہیں مفلوج الحال ہیں۔ آپ ایسی جماعت

میں ایک ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔۔۔

اور انگریزی ادب آپ نے بغور پڑھا ہے۔

مگر معاف کریں اگر عرض کروں کہ اس کتاب

میں جس بلند پایہ کی ادب آپ نے لکھی ہے

وہ تعریف سے مستغنی ہے۔ یہ آپ کا مضمون

(Motto piece) (شاہکار) کی حیثیت

رکھتا ہے۔“ (مسلم ریویو درستہ الوعظین لکھنو)

اب آپ خود اندازہ لگالیں کہ میرے مضامین کس نکتہ نگاہ سے لکھے جا رہے ہیں۔ میں قوم میں ہرگز پرنسپل مولوی یا واعظ ذکر نہیں ہوں نہ ہی میرا ارادہ ہے کہ ایسی قوم کا لیڈر بنوں۔ اس لئے میری ذات کو علیحدہ رکھ کر صرف یہ دیکھئے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں اس میں کہاں تک صداقت ہے۔ چونکہ میرے محترم مدیر نے مجھے تقیہ متعہ۔ تبرا جیسے اہم مسائل پر اظہار خیالات کی دعوت دی ہے اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ میں اپنی صفائی خود پیش کروں تاکہ میری قسط چارم ہر طریقہ سے مکمل ہو اور صرف ذمہ دار شخصیتیں میرے مقابلہ پر آنے کی جرأت کریں اور مجھ پر الحال جہل مرکب انسان کہیں ذاتی پراپیگنڈا کے لئے شیعیاں یزید کی نمائندگی کر کے اپنا وقت اور روپیہ برباد نہ کریں۔ کیونکہ میں ہرگز ہرگز ان کو مخاطب نہیں کروں گا اور اپنے مشن میں غیر شریفانہ عناصر کو شامل کر کے اپنی محنت کو برباد کرنے کا موقعہ ذاتیات کے پتوں کو کبھی نہیں دوں گا۔

میں محترم دوست کا مشکور ہوں کہ بلا تعصب اس نے مجھ کو موقعہ دیا کہ میں اپنے فرقہ کی اصلاح کر سکوں اور سنی دنیا کو صحیح تصویر اپنے مذہب کی دکھا سکوں۔ تقیہ متعہ۔ تبرا اور تحریک مدح صحابہ اور تبرا لکھنؤ پر میرا مضمون ان شاء اللہ بغیر کسی تلخی کے ہوگا۔ جو خدا کو منظور ہو تو قیامت تک یادگار رہے گا بشرطیکہ ناظرین سالہ اور سنی شیعہ حضرات نے عقل کی عینک لگا کر دیکھا اور کسی فریق کی جنبہ داری نہ کی۔

اس وقت تک میں محرم الحرام کی یادگار کے تعلق بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔ جس کی تائید زبانی خود ذمہ دار ذاکرین و شیعہ حضرات نے کر دی ہے۔ گو حسد و بغض و ذاتیات کے مریض تو قیامت تک نہیں سمجھ سکتے۔ مجھے ہر ناجائز طریقہ سے مرعوب کرنے کی کوشش شروع

ہے جتنے کہ مجھے چیلنج دیا جا رہا ہے کہ اب آئندہ ذاکرین ہمارا بائیکاٹ کر دینگے۔ اور شیعیاں یزید تمہارے جلوسوں کی رونق نہیں بڑھائیں گے۔ گو یا میرا بائیکاٹ ہو جائیگا۔ اور اپنی ذات کی خاطر جہلاء کو خوب استعمال کیا جائیگا میں یہی کہہ دیتا ہوں کہ میں تو اس دن خدا کا شکر بجا لاؤں گا جب ایسے انسان صورت شیطان سیرت ذاکرین کی آواز میرے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔ اور میرے جلوسوں سے یزیدی عنصر علیحدہ ہو جائے گا۔ چونکہ زندگی کا کچھ پتہ نہیں اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ میں علم و ذوالجناح کے جلوس بند کر دوں گا جب تک اس یادگار میں شینیت کی شان نظر نہ آئے گی۔ علم و ذوالجناح کے ساتھ ننگے سر اور بے حیائی کے طریقوں سے عورتوں کے ماتم کو برداشت کرنا میرے نکتہ نگاہ سے قتل حسین سے کم نہیں اور خدا کرے کہ میرے مخالف آئندہ سال غرباء کی عورتوں کے ساتھ اپنے گھر سے بھی قربانی کا مٹو نہ پیش کر کے مخالفت حق کا مزہ دیکھیں۔ اور شرافت و غیرت و ناموس مذہبی کا جنازہ دنیا دیکھ لے۔ میرا ذاتی کیا نقصان ہے۔ میں تو خود ایسا تماشا دیکھوں گا کیونکہ میں ان جلوسوں کو کانگریس کے جلوس یا ہولی کے سانگ فی الحقیقت سمجھتا ہوں۔ جن میں یزیدیت کا مظاہرہ ہو۔ اب میں مختصراً شیعیاں یزید کے علماء و سرور کا نقشہ بھی پیش کرتا ہوں تاکہ اس جماعت کا تعارف مکمل ہو جاوے۔

ہر مذہب میں علماء کی شان یہ ہوتی ہے کہ قوم کو شجاعت کا سبق دیں۔ ان کی اقتصادی حالت نبھالیں ان کو قرآن مجید و احادیث کے علمی نکات سے آگاہ کریں۔ لیکن ان کے علماء و سرور کی حیالت کہ صرف مامنی عیا سخی سے خوش کریں اور اپنی فیس لے کر چلتے نہیں ان کی اخلاقی گراؤٹ کا نوٹس لینا مشکل کیونکہ یہاں خود خوبصورت بچوں کو حدیث خلوت کا سبق پڑھا کر

ایسے بدنام کہ الامان والحفیظ !!

ان کا کام صرف پارٹی بازی اور ایک دوسرے کی مذمت۔ مولوی صاحب ذکر کے خلاف ہر شہر و گاؤں میں زہر پھیلائیں اور ذاکران کے خلاف پراپیگنڈا کریں کیونکہ دونوں کا مشن ہے قوم کو ٹوٹنا۔ پس جو فٹ کلاس کامیاب مذہبی ڈاکو ہو گا دوسرے کو میدان میں کب دیکھ سکے گا۔ معاف کرنا میرا مطلب یہ نہیں کہ یہ حضرات اپنی کم عقلی یا کسی اور وجہ سے اس قومی لوٹ میں شامل ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جان بوجھ کر قوم کی کھال اتار رہے ہیں۔ آمدورفت کے کرایہ کے علاوہ جب جہل مرکب مولوی -/- ۲۰۰ سے لے کر -/ ۵۰۰ تک صرف محرم و جہلم میں قوم سے ہتھیالے تو بتائیے کس قدر خوفناک مستقبل اس قوم کا ہونگا۔ پھر یہ نہیں کہ اس رقم سے قومی کتب خانہ کی امید ہو یا کوئی مدرسہ قائم کیا ہو بلکہ اپنی ازدواجی زندگی و ذاتی جائداد اور دیگر امور دنیاوی کو غیر اسلامی طریقہ پر مکمل کرنے کے لئے غضب تو یہ ہے کہ اس دفعہ سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی کا پراپیگنڈا کیا ہوا کہ بجائے ادبی علمی سیاسی معاشرتی یادگار کے پھر ایک دفعہ قوم کی جیب سے لاکھوں روپے علماء و سوار کے پاس چلے گئے۔ کئی کئی شہروں نے تو ہزار تک روپیہ برباد کر دیا علاوہ اس چنڈے کے جو اس رنگ میں دیا گیا نہ کوئی حسینی شفاخانہ بنا نہ قابل قدر حسینی لٹریچر کا اضافہ ہوا۔ مصیبت تو یہ ہے کہ سرزمین لکھنؤ کی سیرانی سے ہی رقم نہیں بچ سکتی۔ کہ بچا رہے پنجاب کو بھی کچھ متقل کام کرنے کا موقع ملے۔ لکھنؤ کا کارنیوال کاٹھیکہ نہ معلوم کب ختم ہو گا کہ ہر ضلع و صوبہ میں بھی زندگی کے آثار نظر آئیں گے۔ بھولے بھالے پنجابی لاکھوں روپے دے کر بھی اچھوت۔ اور پنجابی علماء سوار کی یہ حالت کہ قصاب و جلا د سے زیادہ بے رحم۔ علمی کمال یہ کہ نہ صرف و نحو عربی سے واقف نہ قرآن مجید کی

عبارت کو صحیح طریقہ سے پڑھنے کی قابلیت سنی کتب کے غلط سلط حوالہ جات یا غلط و اغلط تاویلات سے شیعہ جہلاء کو الو بنانا یا حفظ کردہ باتوں کو ہر وعظ میں دہرانا کسی اچھے اور نئے موضوع پر ان کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ میلاد النبی کے جلسہ مقامی پر ایک مشہور مولوی کی علمیت کا جب بھید کھلا تو خاک رنے ہمیشہ کے لئے اس کا بائیکاٹ کر دیا۔ حالانکہ یہ صاحب سرکاری افسروں کی طرح محرم کی مجالس کا باقاعدہ پروگرام مع غیر معمولی فیس پیشگی روانہ کرتے تھے۔ مذاہب عالم کی شیخ پر تقریر کرنا ان کے لئے موت کے منہ میں جانا ہے یہ تو صرف محبوط الحواس یا خوش عقیدہ شیعہ حضرات کو سنی شیعہ کے اختلافی مسائل پر عقل و تہذیب کی موت کر کے ہی لوٹ سکتے ہیں۔ میں ایک شمس العلماء کی حقیقت سے اس وقت واقف ہوا جب اس کی تفسیر کو دیکھا کہ کس طرح قوم کے ہزاروں روپے مجموعہ شیخ جلی یادگار امیر حمزہ میں تباہ کر دیئے کہ اس وقت تک میں نے کھانا نہ کھایا جب تک اس بیہودہ تفسیر کو دوست تک نہیں دیا۔ تاکہ میرے گھر میں بھی مجھے یہ تفسیر دکھائی نہ دے یہ صاحب علم مناظرہ سے ناواقف۔ علم کلام سے جاہل فلسفہ و منطق سے خدا واسطہ دشمنی اور صرف روایتی مذہب و فقہ کے عالم اور ان کے فتاویٰ استغفار عظیم روم سے کم نہیں ہوتے۔ گو بالکل لچر اور غلط اور تقلید میں ہزاروں جہلاء اور شرفاء کو پھنسا رکھا تھا اور شیعیت کی یہ حالت کہ حکومت وقت کی خوشنودی کے لئے حسین علیہ السلام کے تعزیوں کو شہید کرنے کا فتویٰ بھی دے سکتے تھے اور بچا رہے سنی عالموں کو تعزیر کی مخالفت میں کافر سمجھتے تھے۔

نقش حیرت بن گیا ہوں دیکھ کر حالت تری
خدا گواہ ہے کہ ان حالات کو دیکھ کر اس قدر

دل و دماغ پر اثر پڑ چکا ہے۔ کہ ہر وقت یہ سوچتا ہوں۔ کہ بار اہل! آخر یہ کیوں۔ یہ کیا مصیبت ہے کہ ہمارا وقت و روپیہ صرف سنی شیعہ سوال کے لئے تو وقف ہے لیکن اتنا نہیں سوچتے کہ دوسروں کو دعوت مذہب دینے کا آخر ہمیں حق ہی کیا ہے۔ جب اپنے نہیں سنتے جب اس ٹوکری کا سہ حصہ سیبوں کا گل سڑ چکا ہے تو ہم کا حشر کون نہیں جانتا۔ جب تک یہ چند دانے برت علیحدہ نہ کر دوں۔ مجھے کسی صاحب سے کوئی ذاتی عداوت نہیں۔ نہ کسی سے جاویداد کا اشتراک، نہ کوئی دنیاوی رشتہ و تعلق ذاتی۔ آپ اگر خلوت میں یا پرائیویٹ زندگی میں کچھ بھی کریں تو مجھے نوٹس لینے کا کیا حق۔ لیکن جب قومی رنگ میں آپ حسین کے نام کو بدنام کریں گے۔ بیزیدیت کو پناہ دینگے۔ ذاتیات کے لئے مذہب کو براہد کرینگے۔ تو مجھے یہی کر بلا سے سبق ملا ہے کہ بغیر کثرت و قلت یا فرائع کی کمی کو دیکھتے ہوئے چیلنج دوں گا۔ معلوم نہیں میں خود کس قدر گنہگار ہوں۔ اور ہر وقت خدا کی رحمت کا امیدوار لیکن قومی رنگ میں قومی سیٹج پر کھڑے ہونے کی جرأت کر کے جب تمہارا

امام مسجد یا مولوی یا ذاکر بنوں تو تمہارا حق ہے کہ ممکن سختی سے میرے اعمال کا نوٹس لو۔ میرے کرتوتوں کو بے نقاب کر دو تا کہ قوم کے جہلاء و خوش اعتقاد میرے حامیہ تزویر کا شکار ہو کر روحانی موت کے گھاٹ نہ اتر جائیں۔ سیاسی غلطیاں معاف ہو سکتی ہیں لیکن مذہبی ۴۲ کو تکبرداشت کر سکتا ہوں۔ جب خود کو نااہل دیکھوں گا۔ تو فوراً اقبال گناہ کر کے مذہبی رہنما مر کے دعوے سے دستبردار ہو کر شرافت ذاتی کا ثبوت دوں گا۔ میری قوم کا نہ کوئی پریس۔ نہ ہی تنظیم۔ نہ ہی اتفاق و اتحاد۔ نہ ہی قومی ہمدردی۔ نہ ہی ایک دوسرے کی امداد کا حوصلہ۔ نہ ہی کوئی قابل قدر ادارہ یا مشن۔ نہ ہی کوئی قابل نوٹس تحریک یا قابل عزت لیڈر تو بتائیے یہ اچھوتوں کی جماعت کہلائیگی یا زندہ قوم یا فرقہ۔ میں آخر میں عرض کروں گا۔ کہ کسی خاص شہر یا شخص کو میں اس کے نام سے یاد نہیں کر رہا خواہ مخواہ چور کی داڑھی میں تنکہ کا مصداق بن کر میرے قلم سے ذلیل و رسوا نہ ہوتا ہے

یار زندہ صحبت باقی (باقی آئندہ)

(بقیہ مضمون از صفحہ ۲۴)

مشرقی کی قوم کو کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ اتنی اندھی، گونگی اور بہری قوم ہے۔ کہ اسے سنائی نہیں دیتا۔ اگر کوئی شخص قادیان سے اٹھ کر نبوت کی توہین کرے تو یہ قوم اسے بھی سچا کہنے کے لئے پہلے سے ہی تیار موجود ہے۔ اور اگر کوئی خود ساختہ امیر جہاد کے لفظ کو قطعی غلط پیش کر کے لفظ جہاد کی آڑ میں خدا و رسول ص قرآن و حدیث یا اسلام کی توہین کرے۔ لفظ جہاد کی آڑ میں خود ساختہ تسلیم کو پیش کر کے قوم کو باقی تمام احکام فراموش کر کے

اسلام سے بہت دور لے جا کر قوم کو غلط راستہ پر لے جانے کے لئے ایک سنہری تحریک پیش کر دے جو ایک خوبصورت سانپ کی طرح اچھی طرح نظر آتی ہو لیکن اندرونی طور پر اسلام کی قطعی دشمن ہو۔ تو یہ قوم اسے بھی لبیک کہنے کے لئے تیار ہے۔ جہاننگ میں سمجھتا ہوں قوم میں ایک نہیں ہزار دلدہ منہیں پیدا ہو چکی ہیں۔ اور سب سے بڑی مرض یہ ہے کہ ہم اپنی مرض کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

(باقی آئندہ)

مرزا قادیانی

مرزا قادیانی کے ”اصلاحی“ کارنامے

(۳)

(از مولانا محمد چراغ صاحب مدرس مدرسۃ عربیہ گوجرانوالہ)

آئینہ کمالات میں جو ۱۸۹۳ء میں چھپی ہے اسکے مصنف میرے والد بزرگوار صاحب ہیں یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ ہمارا خاندان شریعت کا پابند حقوق وراثت میں نہیں تھا۔ اور یہی کی جوازیت میرے والد صاحب کی رضامندی پر پابند تھی کیونکہ شریعت کے مطابق نہیں ہے۔

مکرر جرح۔ واقعہ یوں ہے کہ مرزا سلطان احمد کو میرے تائی نے متبذی نہیں بنایا تھا مگر تائی کی وفات کے بعد ہماری تائی صاحبہ نے والد صاحب کو کہا کہ جو ان کی جائیداد تائی کی ہے۔ اس کا انتقال سلطان احمد کے نام کرادیں۔ کیونکہ وارث مابعد ہوگا۔ اس وقت میرے والد صاحب کے دولڑکے تھے۔ مرزا فضل احمد اور مرزا سلطان احمد مرزا فضل احمد جب فوت ہو گئے اور والد صاحب زندہ تھے۔ مرزا سلطان احمد کی والدہ پہلے مرچکی تھیں۔ ہمارے والد صاحب نے ہماری والدہ کو کہا کہ سلطان احمد نے پہلے سے حصہ پالیا ہے اب جائیداد اس کے بچوں کو ملے گی۔ اس کے پیشتر کئی سال پیشتر ۱۱۵۱ء میں ذکر سیرۃ امجدی میں کر دیا ہوا ہے۔ اور

مرزا قادیانی جیسا کہ میں نے اشاعت محرم الحرام ۱۲۸۱ھ میں گذارش کیا تھا کہ تقسیم وراثت میں شریعت کا پابند نہ تھا۔ اس کا ثبوت اس وقت ایک عدالتی بیان سے دینا چاہتا ہوں یہ عدالتی بیان بشیر احمد ایم۔ اے ولد مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے۔ جو اس نے سینئر سب جج صاحب ضلع گورداسپور کے سامنے دیا تھا۔

نقل بیان بشیر احمد مشمولہ مسل عدالت دیوانی اجلاس مرزا عبدالرب صاحب سینئر سب جج ضلع گورداسپور نمبر مقدمہ ۳۸۷ تاریخ رجوعہ ۲۱/۱۲/۱۲۸۱ فیصلہ ۱۲/۱۲/۱۲۸۱ نام موضع قادیان تحصیل بٹالہ مرزا اعظم بیگ ولد مرزا اکرم بیگ قوم مغل چوغٹھ ساکن قادیان مغلاں بنام مرزا اکرم بیگ ولد مرزا افضل بیگ قوم مغل چوغٹھ ساکن قادیان۔

بیان بشیر احمد سپرنٹنڈنٹ غلام احمد۔

”مرزا غلام حسین ہمارے رشتہ داروں سے تھے وہ مفتقد و الخیر ۱۸۷۸ء اور ۱۸۷۹ء کے درمیان ہو گئے۔ ان کی ریش کا پتہ نہ رہا اسکی جائیداد ان کی بیوہ مسماۃ امام بی بی کے نام چڑھی۔ امام بی بی کے بھائیوں نے چاہا کہ وہ جائیداد ان کے پسران کے نام منتقل ہووے یہ واقعہ صد ۲۳

صلا میں بھی ذکر متبنی کا ہے۔

بشیر احمد پسر غلام احمد قادیانی کا محولہ بالا عدالتی بیان ذرا وضاحت طلب ہے اس میں آئینہ کمالات اسلام کی جس عبارت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ عبارت بھی یہاں ذکر کر دینی ضروری ہے کیونکہ اصل واقعہ پر اس سے کافی روشنی پڑ سکتی ہے۔ آئینہ کمالات اسلام میں مرزا قادیانی نے یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے محمدی بیگم کے والد صاحب سے کس طرح رشتہ کا مطالبہ کیا اصل واقعوں ہوا کہ مسماۃ امام بی بی جو محمدی بیگم کی چھوٹی بھی مرزا قادیانی کے چچے بھائی مرزا غلام حسین نامی سے بیاہی گئی۔ پھر غلام حسین کہیں لاپتہ ہو گیا۔ امام بی بی زوجہ مفقودہ النجر کے بھائی مرزا احمد بیگ والد محمدی بیگم نے اپنی ہمیشہ کی رضامندی سے مرزا غلام حسین کی جائیداد اپنے بیٹے مرزا محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرنا چاہی اس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ضرورت تھی اس لئے مرزا احمد بیگ والد محمدی بیگم نے مرزا قادیانی سے کہا کہ تم اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دو مرزا قادیانی سمجھا کہ اب صید کنند میں آ سکتا ہے جھٹ اس کو کہا کہ میں اس ہبہ نامہ پر دستخط تو کروں گا بشرطیکہ تم اپنی بڑی لڑکی مسماۃ محمدی بیگم کا رشتہ مجھے میری ذات کے لئے دید و اگر تم نے رشتہ دیدیا تو ہبہ نامہ پر دستخط کرنے کے علاوہ اور بھی تم پر بہت کچھ ہر بنایاں کروں گا۔ مگر مرزا احمد بیگ غیور باپ اس توہین آمیز سلوک پر رضامند نہ ہوا اب ملاحظہ ہوں مرزا کی تصریحات آئینہ کمالات اسلام ص ۲۳

”تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبرودہ کی ایک ہمیشہ ہمارے چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا ہے اور مفقودہ النجر ہے اس کی زمین ملکیت جس کا ہمیں حق پونچتا ہے۔ نامبرودہ کی ہمیشہ کے

نام کاغذات سرکاری میں درج کراوی گئی تھی اب حال کے بند و بست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے۔ نامبرودہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمیشہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں چنانچہ ان کی ہمیشہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بیکار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے تمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا تاہم اس ہبہ پر رضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ ہم دستخط کر دیتے۔ لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الہی میں استخارہ کر لینا چاہئے سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا وہ استخارہ کیا تھا۔ گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا جس کو خدا تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کرا اور ان کو کہہ کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط کے ساتھ کیا جائے گا۔ اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۳۵۰ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا الخ“

بیوی کی اولاد اور دوسری بیوی کی اولاد آپس میں برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں اگرچہ ایک کی اولاد کم اور دوسری کی اولاد زیادہ ہو یہ طریقہ سراسر اسلامی طریق کے خلاف ہے اس واقعہ میں بھی بشیر احمد پسر غلام احمد نے سیرۃ المہدی کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے اس کا نقل کر دینا خالی از فائدہ نہیں۔ سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۱۰-۲۱۱۔

”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب تمہاری تایا مرزا غلام قادر صاحب یعنی حضرت صاحب کے بڑے بھائی لاؤد فوت ہو گئے تو تمہاری تائی حضرت صاحب کے پاس روئیں اور کہا کہ اپنے بھائی کی جائیداد سلطان احمد کے نام بطور متبئی کے کرادو وہ ویسے بھی اب تمہاری ہے اور اس طرح بھی تمہاری بیگی چنانچہ حضرت صاحب نے تمہارے تایا صاحب کی تمام جائیداد مرزا سلطان احمد کے نام کرادی۔ خاک رنے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ حضرت صاحب نے متبئی کی صورت کس طرح منظور فرمائی والدہ صاحبہ نے فرمایا یہ تو یونہی ایک بات تھی ورنہ وفات کے بعد متبئی کیسا مطلب تو یہ تھا کہ تمہاری تائی کی خوشی کے لئے حضرت صاحب نے تمہارے تایا کی جائیداد مرزا سلطان احمد کے نام داخل خارج کرادی اور اپنے نام نہیں کرائی۔ کیونکہ اس وقت کے حالات کے ماتحت ویسے بھی مرزا سلطان احمد کو آپ کی جائیداد سے نصف حصہ جانا تھا اور باقی نصف مرزا فضل احمد کو پس آپ نے سمجھ لیا کہ گویا آپ نے اپنی زندگی میں ہی مرزا سلطان احمد کا حصہ

مرزا قادیانی کی اس تحریر سے ایک تویہ ثابت ہوا کہ اگر وہ لڑکی کا رشتہ دیدیتے تو مرزا قادیانی تمام خوشی اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیتا (جس ہبہ نامہ کو مرزا کا لڑکا بشیر احمد اپنے عدالتی بیان میں خلاف شریعت قرار دیتا ہے دیکھو بیان کا خط کشیدہ حصہ) اور مرزا کی پوری پوری کوشش اور خواہش تھی کہ وہ رشتہ دیدیں تو دستخط کر دیا کیا بقول بشیر احمد اس ناجائز اور حرام کام میں مرزا قادیانی اپنے رشتہ کے لئے داخل ہو رہا تھا؟ یہ تو پھر شریعت کی خلاف ورزی کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

اس عبارت اور اصل واقعہ کو میں نے اس لئے نقل کیا ہے کہ بشیر احمد پسر غلام احمد کے بیان پر روشنی پڑ سکے۔

اب میں عدالتی بیان کی طرف آتا ہوں۔ کہ مرزا قادیانی کا بیٹا بشیر احمد اپنے باپ سے متعلق عدالتی بیان میں صاف اعتراف کرتا ہے کہ اس واقعہ کے وقت ہمارا خاندان تقسیم وراثت میں شریعت کا پابند نہ تھا۔ یعنی مرزا قادیانی بیچ اپنے سارے خاندان کے قرآن مجید اور اسلامی روایات کو چھوڑ کر رواج کا پابند ہو رہا تھا عدالتی بیان کا خط کشیدہ پہلا حصہ ملاحظہ فرمایا جائے دوسری بات جو خلاف شریعت عدالتی بیان سے ثابت ہوتی ہے۔ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنا خصوصی ذاتی واقعہ ہے جس کی عدالتی بیان کے آخری خط کشیدہ فقرہ میں صراحت کی گئی ہے ”ہمارے والد نے ہماری والدہ کو کہا کہ سلطان احمد نے پہلے سے ۱۲ حصہ پالیا ہو اب جائیداد اس کے بچوں کو ملے گی“ یہ بیان دلالت کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہندوانہ رسم یعنی چوندہ ونڈ پر کاربند ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک آدمی کی دو یا دو سے زیادہ بیویاں ہوں تو وہ اپنی جائیداد کو بیویوں کی تعداد پر تقسیم کرنا ہے۔ یعنی ایک

الگ کر دیا۔“

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب مرزا فضل احمد فوت ہوا تو اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ تمہاری اولاد کے ساتھ جائیداد کا حصہ بٹانے والا ایک فضل احمد ہی تھا سو وہ بے چارہ بھی گذر گیا“ یہ دونوں عبارتیں وہ ہیں جن کو بشیر احمد نے بحوالہ سیرۃ المہدی ذکر کیا ہے اب آئندہ اس عبارت کو نقل کیا جاتا ہے۔ جس کو بشیر احمد پسر غلام احمد نے بحوالہ ص ۱۳ ذکر کیا ہے۔

سیرۃ المہدی ص ۱۳ ”امرواق اس طرح پر ہے کہ تایا صاحب کی وفات کے بعد ثانی صاحبہ کی خواہش پر ان کو کاغذات مال میں متعلقہ افسران نے بطور متبئی ورج کر دیا تھا“

مندرجہ بالا عبارتیں خوب بشیر احمد پسر غلام احمد کی تالیف کردہ کتاب متبئی ہیں جن کا ذکر عدالتی بیان میں گذر چکا ہے سیرۃ المہدی طبع اول و طبع دوم کے صرف صفحات کا اختلاف ہے۔ ان دونوں صفحات کی عبارتیں خود آپس میں بھی متضاد ہیں۔ ص ۲۱-۲۲ والی عبارت یہ ظاہر کرتی ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے لڑکے سلطان احمد کے نام اپنے بھائی غلام قادر کی جائیداد جو منتقل کرائی اور اپنی بھواچہ کے کہنے پر اپنے لڑکے کو متبئی قرار دیا اور ص ۱۳ والی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے نہیں بلکہ افسران متعلقہ نے بطور خود سلطان احمد کو متبئی قرار دے کر جائیداد اس کے نام منتقل کروئی۔ اس کے علاوہ اور بھی قابل گرفت بعض امور ہیں۔ جن سے سردست تعرض نہیں کیا جاتا۔

اب ناظرین کرام اصل معاملہ کی تفصیل ذہن نشین

فرماتے ہیں کہ معاملہ صاف ہو جاوے۔ تفصیل واقعہ یوں ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی دو بیویاں تھیں۔ ایک کا مشہور نام ”پچھے دی ماں“ تھا (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۳) یعنی فضل احمد کی والدہ اس عورت سے مرزا قادیانی کے دولہ کے فضل احمد اور سلطان احمد اور ایک لڑکی مسماۃ عصمت ہیں۔ دوسری بیوی مرزا قادیانی کی دہلی والی تھی جس کی اولاد یہ تھی بشیر احمد اول محمود احمد۔ شوکت۔ مرزا بشیر احمد۔ مرزا شریف احمد مبارکہ بیگم۔ مبارک احمد۔ ائمۃ النصیر ائمۃ الحفیظ بیگم۔ یہ ساری اولاد دونوں بیویوں سے تھی پہلی بیوی مسماۃ ”پچھے دی ماں“ کو مرزا قادیانی نے پہلے تو معلق کر رکھا تھا۔ (خلاف قرآن مجید) بعد ازاں محمدی بیگم کے نکاح کے سلسلہ میں اس غریبہ کو طلاق دیدی ”پچھے دی ماں“ کا ایک لڑکا مرزا فضل احمد مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا اس کا ایک لڑکا سلطان احمد باقی تھا۔ جس کے نام پر مرزا قادیانی نے اپنے بھائی غلام قادر کی کل جائیداد منتقل کرادی جیسے عبارت سیرۃ المہدی ص ۲۲ کے خط کشیدہ فقرہ سے ظاہر ہے۔ حالانکہ ابھی اس وقت اس کا بھائی فضل احمد بقید حیات تھا۔ زمین کے انتقال کرانے کے بعد اس غریب کا انتقال ہو گیا۔ ملاحظہ فرمایا جاوے ص ۲۱ و ۲۲ کو۔

اول تو مرزا قادیانی نے بھادجہ کے کہنے پر یا بطور خود یہ ظلم کیا کہ ایک لڑکے کی موجودگی میں دوسرے لڑکے کے نام بھائی کی ساری جائیداد منتقل کرادی یہ کھلم کھلا ظلم خلاف شریعت ہے پھر لطف یہ کہ اپنی زندگی میں ہی یہ انتقال کر دیا حالانکہ ترکہ (اگرچہ بھائی کی طرف سے ہی تھا) کی تقسیم تو مرزا کے مرنے کے بعد ہونی تھی۔ دوسرے اس میں قرآن مجید کی صریح خلاف ورزی کی کہ ایک بیوہ مسماۃ ”پچھے دی ماں“ کے لڑکے سلطان احمد کے نام بھائی

کی جائیداد کھا کر اپنی دوسری چھیتی بیوی دہلویہ (والدہ بشیر احمد محمود احمد وغیرہ) کو کچھ مدت کے بعد کہا کہ اب سلطان احمد میری جائیداد میں حق دار نہیں بلکہ ساری جائیداد اب تیری اولاد کو ملے گی۔ اسی کو بشیر احمد پسر غلام احمد عدالت کے سامنے یوں کہہ رہا ہے ”ہمارے والد نے ہماری والدہ کو کہا کہ سلطان احمد نے پہلے سے ۱/۲ حصہ پا لیا ہے اب جائیداد اسکے (دہلویہ بیوی) بچوں کو ملے گی۔“ یہ تقسیم ہندوانہ رسم ”چونڈہ ونڈ“ کی تقسیم ہے کہ ایک بیوی ”پہچے دی ماں“ کے ایک ہی لڑکے کو ۱/۲ حصہ دیا اور دہلویہ بیوی سے بہت سی اولاد ہے ان سب کو ۱/۲ حصہ دیا۔

نیز اس میں بھی عجیب چالاکي سے کام لیا جا رہا ہے کہ سلطان احمد کو تو اپنی بھالہ والی جائیداد سے جو غلام قادر کی چند کنال کی جائیداد ہوگی اس میں سے حصہ دے کر مال دیا۔ اور دہلویہ چھیتی بیوی کو اپنی ساری جائیداد کا مالک بنایا جو بہت قیمت کی جائیداد تھی جس میں مسلمانوں کے لاکھوں روپیہ کی چندہ کی مالیت تھی۔ شرعی طریقہ تو یہ تھا کہ مرزا کے مرنے کے بعد غلام قادر والی جائیداد اور مرزا قادیانی کی جائیداد سب کو شرعی حصوں پر تقسیم کیا جاتا۔ نیز سلطان احمد کو متبقی بنا کر جائیداد کا مالک بنا دینا کون سی شریعت کا مسئلہ ہے۔ اگرچہ دہلویہ بیوی نے اس کا ڈیفنس

دینے کی کوشش کی ہے مگر ناکام سعی ہے۔ خلاصہ مضمون یہ ہوا کہ چار امور تو بالکل واضح اور صاف ہیں۔ جو مرزا قادیانی کو شرعی تقسیم کے مسئلہ میں مجرم ٹہراتے ہیں:-

(۱) مرزا کے اپنے لڑکے کا عدالتی بیان کہ مرزا قادیانی کے وقت میں ان کا خاندان تقسیم وراثت میں شرعی قانون کا پابند نہ تھا یہ بیان کسی دشمن کا نہیں جس کو غیر معتبر قرار دیا جائے۔

(۲) مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کا رشتہ حاصل کرنے کے لئے نا جائز ہسپ نامہ پر دستخط کرنے کی آمادگی دکھلائی اور خود آتش نفسانی میں پڑ کر خلاف شریعت کام میں لڑی جوٹی کا زور لگایا۔

(۳) مرزا فضل احمد کی موجودگی میں اپنے بھائی غلام قادر کی ساری جائیداد کا مالک اپنے لڑکے سلطان احمد کو بنا دیا۔ یہ فضل احمد پر مرتج ظلم ہوا۔

(۴) اپنی چھیتی بیوی دہلویہ کو کہا کہ میری جائیداد ہندوانہ طریق ”چونڈہ ونڈ“ پر تقسیم ہوگی۔ کیا اب بھی لاہوری یا قادیانی مرزائی کہہ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی دنیا میں مصلح ہو کر آیا تھا؟



ضروری اطلاع

ناظرین کرام خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ دفتر جواب دینے کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ اس اطلاع کو خاص طور پر نوٹ کر لیں۔

مینجر جریڈ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

خاکستریا

خاکسار تحریک میں بحث کی ممانعت اور اسکے وجوہ

مشرقی کی گمراہ کن تعلیم "اطاعت امیر کے نتائج بد

(از شیخ مقبول احمد صاحب سابق مبلغ خاکساریت)

تھی۔ اس لئے کہ یہاں مسلمانوں کے دستِ ارکا سوال تھا۔

میں کیا مسجد شہید گنج سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی تھی کیا وجہ ہے کہ آپ کے امیر صاحب شہید گنج کے بارے میں خاموش رہے اور آپ کے امیر صاحب نے پمفلٹ کی ضبطی پر فوراً "جہاد" کا اعلان کر دیا۔ اور کئی خاکسار کو مفت میں مروا ڈالا۔ یہ غلطی نہیں تو اور کیا ہے؟

عبداللہ۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں امیر کا حکم کسی صورت میں بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اور سپاہی کو چاہئے کہ وہ بغیر سوچے سمجھے امیر کے حکم پر عمل کر جائے خواہ وہ کوئی بھی حکم ہو مسجد اور پمفلٹ کے معاملے کو امیر زیادہ سمجھ سکتا ہے سپاہی نہیں۔

میں۔ لیکن آپ یہ بتلائیں کہ کیا سپاہی امیر کا حکم بھی مان لے۔ جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو؟ عبداللہ۔ امیر کا حکم ہی خدا اور رسول کا حکم ہے۔ اور امیر کے حکم کو ہی خدا اور رسول کا حکم سمجھ کر ماننا چاہئے۔

میں۔ لیکن اگر امیر کوئی ایسا حکم دیتے۔ جو خدا اور رسول کے احکام کے خلاف ہو تو بھی کیا آپ اسے

میں آج خاکسار کی باعمل زندگی اور خدمتِ خلق پر کچھ بحث کر کے قوم پر یہ واضح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ یہ ایک خوبصورت سانپ ہے اور یہ جتنا خوبصورت ہے اس سے ہمیں زیادہ زہر ملا ہے۔ مگر ماضی قریب میں میری ایک پرانے دوست سے ملاقات ہو جانے پر میرے سامنے چند ایسی چیزیں آگئیں جنہیں میں اس بحث سے پہلے پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ آئندہ اشاعت میں خاکسار کی "باعمل زندگی اور خدمتِ خلق پر کچھ عرض کروں گا۔

دوران گفتگو میں میں اپنے اس دوست کے سامنے کہہ بیٹھا کہ میں لاہور کے گذشتہ محاذ کو غلط سمجھتا ہوں اس پر وہ بہت بگڑے اور آپ نے دریافت فرمایا کہ کیوں؟ اس پر میرے اور ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی اسے ذیل میں قلمبند کیا جاتا ہے۔

میں۔ لاہور میں مسجد شہید گنج کا معاملہ پیش آیا تو آپ خاموش رہے اور دیگر کئی مقامات پر بھی آپ نے تشدد سے کام لے کر خواہ مخواہ کئی مسلمانوں کا خون بہایا۔ پمفلٹ کی ضبطی اتنی اہمیت نہیں رکھتی جتنی اہمیت ایک مسلمان کے خون کے ایک قطرہ کو حاصل ہے۔

عبداللہ۔ پمفلٹ کی ضبطی بہت زیادہ اہمیت رکھتی

تسیم کریں گے؟

عبداللہ۔ میں کہہ چکا ہوں اور دوبارہ کہہ رہا ہوں کہ ہر حالت میں امیر کی اطاعت لازمی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم امیر کی اطاعت کئے جائیں اور اگر امیر کا کوئی حکم ہمارے خیال میں قرآن و حدیث کے خلاف بھی ہو جائے تو بھی ضروری ہے کہ امیر کی اطاعت کی جائے امیر کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا جائے خدا جانے اور امیر جانے۔ خاک رک کسی بھی حکم کے مل جانے کے بعد یہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ یہ حکم شریعت کے ماتحت ہے یا خلاف۔ کسی حکم کے مل جانے کے بعد اگر کوئی خاک رک شریعت کی ماتحتی یا مخالفت کے بارے میں سوچنے لگ جائے تو وہ خاک رک نہیں رہ سکتا۔ اور وہ شخص قابل قتل ہے۔

میں۔ آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا کیا آپ قرآن و حدیث میں سے دھکا دے سکتے ہیں؟

عبداللہ۔ میں بحث نہیں کرنا چاہتا۔

میں۔ مجھے ایک واقعہ یاد آیا ایک دن فاروق اعظمؓ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ کیا تم میری اطاعت کرو گے اور جو کچھ میں کہوں گا اس پر عمل کرو گے؟ تو ایک بدو نے اٹھ کر کہا تھا کہ جب تک تم قرآن و حدیث کے ماتحت رہو گے ہم تمہاری اطاعت کریں گے اور یہاں تم ذرہ برابر بھی قرآن و حدیث کے خلاف ہوئے تو میری یہ تلوار تمہارا سر قلم کر دے گی۔

عبداللہ۔ وہ بدو سخت جاہل اور قابل قتل تھا جس نے امیر کے سامنے گستاخی کی۔

میں۔ اگر وہ از روئے شریعت قابل قتل تھا تو اسے قتل کیوں نہ کر دیا گیا؟

عبداللہ۔ میں بحث نہیں کرنا چاہتا۔

میں۔ آپ نے اطاعت امیر کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا کیا تحریر کر کے بھی دے سکتے ہیں۔ تو آپ نے الفاظ ذیل تحریر کر دیئے۔

اللہ۔ میرے نزدیک اپنے امیر کا حکم حکمِ رسول ہے۔ اور رسول کا حکم حکمِ خدا ہے جو قوم اپنے امیر کے حکم کو قطعاً حکمِ خدا نہیں سمجھتی وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی خواہ سپاہی کے خیال میں امیر کا حکم غلط ہی کیوں نہ ہو سپاہی صرف وہی سپاہی ہو سکتا ہے جو اپنے سربر کے ہر حکم کو عملی جامہ پہنا تا چلا جائے۔ خواہ وہ کوئی حکم ہو۔ میرے نزدیک خاک رک سپاہی صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو ادارہ علیہ ہندیہ کے ہر حکم کو مانتا چلا جائے۔ خواہ کسی خاکسار کے خیال سے وہ حکم غلط ہی کیوں نہ ہو۔

راقم عبداللہ شاہ زنجانی جانا بازا ۱۴۱۱ھ

میں۔ لیکن جو الفاظ آپ نے زبانی فرمائے تھے لفظ لفظ کیوں نہ تحریر کر دیئے جائیں۔

عبداللہ۔ میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔

میں۔ کیا ادارہ اس کا جواب دے گا۔

عبداللہ۔ جواب دے گیا نہیں اس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ادارہ کی مرضی ہے۔ مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جو الفاظ میں نے تحریر کر کے دیئے ہیں ادارہ اس سے ایک سوت بھی نہیں ہٹ سکتا اور وہ اس لئے کہ جو کچھ میں نے تحریر کر کے دیا ہے۔ ادارہ کی طرف سے ہمیں دی گئی تعلیم کے مطابق ہے۔

میں۔ ہم مسلمان ہیں اور ہم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کسی حالت میں بھی نہیں جاسکتے۔ اگر ذرہ برابر

بھی خلاف جائیں تو کفر لازم آتا ہے۔ پھر ہم امیر کے اس حکم کی اطاعت کیسے کر سکتے ہیں جو خدا اور

ممبروں کو بعض ایسے احکام بھی دینے ہوں گے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہوں گے۔ مثلاً

۱۔ البانیہ کی شکست پر جبکہ اطالیہ نے اس پر قبضہ کر لیا ہر خاک رشام کے وقت اپنے اپنے شہر کے بازاروں کے بارونتی چوراہوں میں اکٹھے ہو کر ایک دوسرے کے گلے مل کر پانچ پانچ منٹ تک روئے۔

۲۔ ہر خاک رشام کو بریڈ کے بعد عشاء کی نماز باجماعت ادا کرے۔ یاد رہے کہ ادارہ نے صرف اسی نماز کا حکم دیا ہے۔ باقی نمازوں کا ہمیں تذکرہ نہیں کیا۔ بلکہ بعض مقامات پر پانچ وقت کی نماز کا مذاق اڑایا ہے۔

۳۔ نماز جوتے کے ساتھ پڑھ لی جائے تو کوئی گناہ نہیں اس سلسلہ میں میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ دہلی کیمپ کے بعد لاہور میں عید کی نماز شاہی مسجد میں مشرقی صاحب نے امام کے پیچھے جوتیوں کیساتھ ادا کی۔ اور میں نے اپنے کانوں سے سنا جبکہ وہ ایک خاک رکو کہہ رہے تھے۔ کہ بوٹ مٹ کھولو۔ بلکہ بوٹوں سمیت کھڑے ہو جاؤ۔ اور اس شخص نے کہا کہ میں جلدی جلدی اتار لوں تو کیا حرج ہے۔ مشرقی صاحب نے غصہ میں جواب دیا۔ کہ تم میں ابھی ملاپن باقی ہے۔ جب تک یہ نہیں جائے گا۔ تم خاکسار نہیں بن سکتے۔

۴۔ علمائے دین کی قطعی مخالفت بشرطیکہ وہ عالم دین خاک رنہ ہو۔

۵۔ کافر کو مسلمان اور مسلمان کو کافر کہنا جیسا کہ یورپ کی غیر مسلم قوموں یعنی نصاریٰ وغیرہ کو صحیح مسلمان اور مسلمانوں کو کافر کہا گیا۔

۶۔ کافروں کے لئے انڈے وغیرہ اور ان کے گھوڑوں کے لئے گھاس وغیرہ کا انتظام کرنے کا حکم

رسول کے خلاف ہو۔

عبداللہ۔ ہر خاک رشامیہ کے لئے امیر ہی خدا اور رسول ہے۔ اور امیر کا حکم ہی قرآن اور حدیث کا حکم ہے۔

میں۔ وہ کس طرح؟

عبداللہ۔ میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔

گو میرے نزدیک یہ الفاظ کوئی نئے الفاظ نہ تھے میں یہ اور اس قسم کے الفاظ پہلے بھی کئی مرتبہ سُن چکا تھا مگر میں سخت حیران ہوا جب کہ زنجانی صاحب نے کہا کہ ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ ہم امیر خدا اور رسول کو ایک سمجھیں۔ اور جب انہیں کہا گیا کہ ذرا سمجھائیں کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے تو آپ نے صاف کہہ دیا کہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔ نیز فرمایا کہ ہمیں کہا گیا ہے کہ ہم اپنا عمل صرف یہ سمجھ کر جاری رکھیں کہ خدا اور رسول اور امیر میں کوئی فرق نہیں۔ آپ نے آگے چل کر یہاں تک فرما دیا کہ جب ہمارے سامنے امیر آجائے تو ہم اسے بالکل اسی طرح جانیں۔ جس طرح خدا اور رسول آگیا ہے۔

جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ خاکسار گفتگو کرتے ہوئے اگر یہ دیکھیں کہ ہماری تبلیغ کا کچھ اثر ہو رہا ہے تو چاہے سارا دن باتیں ہوتی رہیں یہ لوگ پرواہ نہیں کرتے۔ اور جہاں دیکھیں کہ اثر نہیں ہو رہا یا کوئی ایسا سوال آگیا ہے جس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تو جھٹ کہہ دیتے ہیں۔ کہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔ یعنی ہمیں ادارہ نے بحث نہ کرنے کا حکم دے رکھا ہے۔

میں جہاں تک اطاعتِ امیر کے لفظ کی طرف مبالغہ کو دوڑا سکا ہوں کہ ان لوگوں کو اطاعتِ امیر کی تعلیم اس سختی سے کیوں دی گئی۔ یہی سمجھ سکا کہ تحریک کے آغاز میں مشرقی جاتمان تھے۔ کہ مجھے مستقبل میں تحریک کے

اس نے آغاز تحریک میں ہی اس طریقے سے اس کا علاج کیا۔

مولوی کی مخالفت سے بچنے کے لئے اس نے پہلے ہی سے مولوی کی مخالفت شروع کر دینا موزوں سمجھا اس نے سوچا کہ اگر ہم شروع سے ہی مولوی کی مخالفت شروع کر دیں گے تو کل اگر کسی مولوی نے مخالفت کی بھی سہی تو ہم اتنا کہہ سکیں گے کہ ہم ان کی غلطیاں بیان کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ اپنی غلطیوں کو ترک کر کے راہ راست پر آئیں۔ لیکن انہوں نے جمل کر اٹھا ہماری مخالفت شروع کر دی۔ اور یہی چیز بعد میں ظہور میں آئی۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اگرچہ یہ صحیح ہے کہ چند خود غرض مولوی کسی بھی مفسد کے زیرِ تخت دس یا بارہ فیصدی بے عمل ہو چکے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ اکثریت میں ایسے عالم موجود ہیں جو باطل زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جنہوں نے مسجدوں میں درویشانہ زندگی بسر کر کے تعلیم حاصل کی۔ پھول تعلیم کے بعد انہیں درویشوں نے اللہ تعالیٰ کے سچے دین کی حفاظت کے لئے اپنی جانوں کو وقف کیا۔ ایسے ہی حال میں جبکہ ہم نے اپنی بے عملی سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے سچے دین کو مٹانے کے لئے کوئی کسر باقی نہ رکھی اللہ تعالیٰ نے ان مولویوں کے ذریعے دین کی حفاظت کی۔ ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان ہی مولوی اور ملاؤں نے دین کی اشاعت کے لئے کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ اور ہر طریقے سے دین کی اشاعت میں جہاں تک ہو سکا قربانیاں کیں۔ ان ہی مولویوں کی تبلیغ کا یہ اثر ہے۔ کہ میں یا میرے جیسے دوسرے نو مسلم بھائی قرآن و حدیث کی سچائی کو تسلیم کر کے کفر کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے پر مجبور ہوئے۔ اور ہم لوگوں نے اس دین کو قبول ہی نہیں کیا بلکہ دین کی اشاعت کے لئے بھی تیار ہو گئے۔ میں اکیلا

فرض کرنا۔

۷۔ مسلمانوں کو عملاً مذہب سے دُور لے جا کر صرف سچا ہی بننے کی تعلیم دینا۔

۸۔ باقی تمام احکام کو بالائے طاق رکھ کر یا انکی تحریری اور زبانی تردید کر کے صرف ”جہاد“ پیش کرنا اور ”سجہاد“ کی تعلیم کی بھی غلط اشاعت یعنی اپنے وقار کے لئے سینکڑوں جانوں کو گولی کا نشانہ بنوا دینا جیسا کہ لاہور میں ۱۹ مارچ کو ہوا اور اگر اسلام کا کام ہو تو خاموش رہ جانا جیسا کہ مسجد شہید گنج کے وقت ظہور میں آیا۔

۹۔ اپنی جماعت کی ترقی کے لئے وقتی حالات کے ماتحت نوجوان عورتوں کو ایسی پر بلا کر ان کی تقریریں کرانا اور لوگوں کی طبیعتوں کو پریشان کر کے قرآن و حدیث کی مخالفت کرنا جیسا کہ لاہور کے اسلامیہ کالج میں ایک خاک نوجوان عورت جو کہ کانپور سے نائب حاکم اعلیٰ بن کر آئی تھی

..... جس نے تقریر کر کے لوگوں کی

طبائع کو پریشان کیا۔

مشرقی سمجھتا تھا کہ ایسی تعلیم جو فی الحقیقت قطعی قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ جب قوم کے سامنے پیش ہوگی۔ تو تین چیزوں کا ظہور میں آجانا ضروری ہے :-

۱۔ مولویوں کی طرف سے مخالفت

۲۔ خاک روں کا اصلیت کے واضح ہوجانے کے بعد تحریک سے الگ ہوجانا یا معترض ہونا۔

۳۔ شاہد کوئی عالم کسی خاک رو کو صحیح چیز سمجھا کر تحریک سے الگ نہ کر دے۔

اس نے سوچا کہ تحریک کو کامیاب طور پر چلانے کے لئے ان تینوں چیزوں کا سد باب ضروری ہے اور

حکومت اسلامی نہیں ہے۔ حکومت کی طرف سے مسجدوں کے اماموں دینی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم اور معلموں کے لئے روٹی کا کوئی انتظام نہیں ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہم یہ دونوں کام لازماً سرانجام دیں۔ اس لئے کہ یہ دونوں کام ہمارے مذہب کا جزو اول ہیں۔ ہمیں ان کاموں کے لئے روٹی کا مسئلہ خود ہی حل کرنا ہوگا۔ اس کا بوجھ لازماً قوم کے متمول سرمایہ داروں کے سر پر ڈالا جائے گا۔ اور حضور اکرمؐ کے ارشاد کے مطابق قوم کو اس فرض کی انجام دہی کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ جو آدمی اس فرض کو تکمیل تک پہنچانے کے بجائے اپنی طرف سے پیش کردہ ایک بے دین جماعت کی ترقی کے پروگرام کی حفاظت کے لئے خاندان دین کی مخالفت کرتے ہوئے وہ الفاظ کہہ دیتا ہے جو قرآن و حدیث کے قطعی خلاف ہوں۔ میں اسے سخت غلطی پر سمجھتا ہوں۔

دوسرے نمبر پر مشرقی کے سامنے خاکساروں کے اغراض کا سوال تھا اس کی روک تھام کے لئے مشرقی نے اطاعت امیر کی تعلیم پر زور دیتے ہوئے اپنی طرف سے تحریری تعلیم پیش کر کے بڑے زوردار الفاظ میں کہا کہ تمہارا فرض اول ہے امیر کی اطاعت۔ تم امیر کے ہر حکم پر عمل کرتے چلے جاؤ۔ تمہیں یہ سوچنے کا کوئی حق نہیں کہ امیر کا یہ حکم قرآن و حدیث کے خلاف ہے یا مانت۔ مشکل ہے یا آسان۔ جائز ہے یا ناجائز۔ تمہیں چاہئے کہ تم امیر کے ہر حکم پر بغیر سوچے سمجھے عمل کر جاؤ۔ اور امیر کا معاملہ خدا کے سپرد کر دو۔ خدا جانے اور تمہارا امیر جانے۔ میں اس تعلیم کو بھی جو قرآن و حدیث کے قطعی خلاف ہے۔ قطعی غلط سمجھتا ہوں۔

تیسرے نمبر پر مشرقی سمجھتا تھا کہ شاید کوئی عالم

نومسلم فخریہ طور سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے آج تک تبلیغی سلسلہ میں سات رسالوں کی اشاعت کی اور چالیس غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ اگر مولوی نہ ہوتے تو میں یا میرے جیسے نومسلم بھائیوں کو اسلام قبول کرنے کا کب اتفاق ہوتا۔ ہمیں ان مولویوں کو خراج تحسین ادا کرنا چاہئے۔ کہ ان کی تبلیغی قہر بانی فی الحقیقت قابل تعریف ہے۔ ایسی حالت میں ہم قلیل تعداد میں جاہل اور خود غرض واعظوں کی بے عمل زندگی کو دیکھ کر تمام مولویوں کو ایک ہی ذمے میں شامل کر لینا ہم لوگوں کی سخت غلطی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ان چند بے عملوں کو پرائیویٹ طور پر سمجھا کر باعل بننے پر مجبور کریں نہ یہ کہ اس ایک آدھ بے عمل مولوی کی وجہ سے تمام مولویوں کو غلط قرار دینے کے ساتھ ساتھ مولوی کے مذہب کو بھی غلط قرار دیدیں۔ ہمیں کم از کم اتنا سوچنا چاہئے۔ کہ مولوی کا مذہب وہی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا ایسی لحاظ میں ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم مولوی کے مذہب کو غلط کہہ سکیں۔ افسوس تو یہ ہے۔ کہ ان چیزوں کو سمجھتے ہوئے بھی ہمارے دوست مولوی کے مذہب کو غلط کہنے کے باوجود خود کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ ہم ایک آدھ مولوی کی بے عملی کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی حق نہیں رکھتے۔ کہ تمام مولویوں کی ذات پر حرف رکھ سکیں۔ میں ایسے مولویوں کی زندگی پیش کر سکتا ہوں۔ جن کی زیارت کرنے کا مجھے اتفاق ہوا وہ آج کل بھی زندہ ہیں اور ہم ان کی زندگی کسی پہلو پر بھی کوئی اغراض نہیں کر سکتے۔ رہا چندے کا سوال تو میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ چیز حضورؐ کے زمانہ میں بھی تھی اور حضورؐ نے کئی دینی کاموں کے لئے چندے طلب کئے آج کل

عہ چندہ تو خود مشرقی اور اسکے خاکسار بھی مانگتے رہے ہیں جس کا کوئی حساب اب تک نہیں پیش کیا گیا (مدیر)

خلاف ہے یا یہ کہ اس کی تعلیم غلط ہے تو مشرقی صاحب اور خاک روں کی طرف سے جھٹ فٹو لگ جائیگا۔ کہ یہ شخص تذکرہ کو سمجھ نہیں سکتا۔ خواہ وہ کتنا ہی زبردست عالم کیوں نہ ہو۔ وہ عالم صرف اس جرم میں جاہل بنا دیا جاتا ہے کہ اس نے تذکرہ پر اعتراض کیا کیا یا اسے اچھا کہہ کر مانا کیوں نہیں۔

مشرقی کی پیش کردہ تحریک کا مستورات پر کیا اثر ہوا اس کے لئے میں تمام عورتوں کے دلی خیالات کو پیش کرنے سے قاصر ہوں۔ مگر چند خطوط جو میں نے مرکز میں اپنی آنکھوں سے دیکھے ثابت کر رہے تھے کہ اس تحریک کا مستورات پر بہت بُرا اثر پڑ رہا ہے مثلاً گڑگانوں کی رہنے والی ایک انیس سالہ نوجوان لڑکی کا ایک خط جس کا پتہ نمبر رجسٹر میں نے ہی درج کیا تھا خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ خط بہت لمبا ہونے کی وجہ سے مجھے لفظ بہ لفظ یاد نہیں مگر اس کا مفہوم یہ تھا کہ میں ایک انیس سالہ نوجوان تعلیم یافتہ اور باکرہ لڑکی ہوں اور الحمد للہ کہ میں مسلمان ہونے کے علاوہ خاک روں کی بھی ہوں میری ابھی تک شادی نہیں ہوئی میرا دل چاہتا ہے کہ میں لاہور آؤں اور آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کی زیارت کر کے اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے آپ کے ساتھ کچھ تبادلہ خیالات کروں امید ہے کہ آپ اجازت غایت فرما کر میرے دل پر چوٹ لگنے کا موقع نہ دینگے۔ اور یہی میری ایک خواہش ہے۔ مشرقی صاحب کی طرف سے اس خط کا جواب ان الفاظ میں دیا گیا تھا۔ کہ ابھی یہاں آنے کی ضرورت نہیں اپنے گھر میں ہی رہ کر خود کو مضبوط خاک رو بناؤ اور دوسری عورتوں کو تحریک میں شامل ہونے کی دعوت دے کر تحریک کو ترقی دو۔ پبلک خود سمجھ سکتی ہے کہ عورتوں کی طرف سے

کسی خاک رو کو کچھ سمجھائے اور وہ لا جواب ہو کر یا عالم دین کی پیش کردہ چیز کو صحیح سمجھ کر تحریک سے الگ نہ ہو جائے۔ اس لئے مشرقی نے بحث کی مخالفت کر دی اور حکم دیا کہ کوئی خاک رو کسی سے بحث نہ کرے۔۔۔۔۔۔ وہ سمجھتا تھا کہ جب خاک رو بحث ہی نہ کرے گا تو وہ دوسرے کے قبضہ میں کبھی بھی نہیں آسکتا۔ یعنی کوئی دوسرا شخص اسے کوئی صحیح چیز سمجھا ہی نہ سکے گا۔ لیکن ساتھ ہی تبادلہ خیالات اور تبلیغ کو جائز بھی کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب کوئی خاک رو جہاں یہ سمجھتا ہے۔ کہ میرے الفاظ کا اثر ہو رہا ہے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ تبادلہ خیالات یا تبلیغ کر رہا ہے اور یہ جائز ہے۔ لیکن جہاں وہ سمجھتے ہیں کہ فریق شانی کوئی عالم ہے یا اس نے کوئی ایسا اعتراض کیا ہے جس کا ہم جواب نہیں دے سکتے۔ تو کہہ دیا جاتا ہے۔ کہ ہم بحث کرنا نہیں چاہتے۔ ہمیں بحث کی ممانعت ہے۔

میں اس کے ساتھ ہی ایک اور چیز بھی پیش کر دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ مشرقی کی طرف سے ایک کتاب بنام تذکرہ شائع ہوئی جس کی تعلیم قرآن و حدیث کے قطعی خلاف ہے۔ یہاں خاکساروں نے مشرقی کی تقلید کرتے ہوئے ایک نئی چال چل رکھی ہے۔ جو آدمی صرف اتنا ہی کہہ دے کہ تذکرہ اچھی کتاب ہے اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ شخص بہت بڑے دماغ کا آدمی اور بہت بڑا عالم ہے اور اس نے تذکرہ کو سمجھ لیا ہے خواہ وہ قطعی جاہل ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر ایک آدمی تذکرہ میں سے کوئی اعتراض پیش کر دے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑے تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہمارے ہاں بحث ناجائز ہے اور جہاں سے سمجھ میں نہ آئے ہم سے وہ پھر پوچھیں اور ان سے جواب مل جائے اور پوچھنے والے کہیں کہ تذکرہ قرآن و حدیث کے

مشرقی صاحب کنگا اس قسم کے خطوط کیا معنی رکھتے ہیں۔

اور ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ مشرقی کی تحریک میں کیا اس قسم کی خاکساریت کی تعلیم بھی دی جاتی ہے اگر نہیں تو اس نوجوان لڑکی کو سخت الفاظ میں تنبیہ کیوں نہ کر دی گئی۔ اسے صاف کیوں نہ لکھ دیا گیا کہ ایک عورت کو کسی غیر مرد کے سامنے بیٹھے کا یا کسی غیر مرد کی ملاقات کے لئے جانے کا کوئی حق حاصل نہیں لہذا تم نہیں آ سکتے اور اگر یہ کہا جا کہ مشرقی کی اس تحریر کا اندرونی مقصد یہی ہے۔ تو میں کہوں گا کہ یہ قطعی غلط ہے۔ اس قسم کی مثالیں خاک را تحریک نے قائم کیں کہ غیر عورتیں بے پردہ ہو کر غیر مردوں سے ہاتھ ملاتی پریڈ کرتی اور غیر مردوں میں بے پردہ کھڑے ہو کر تقریریں کرتی ہوئی دیکھی گئیں مثلاً پچیس لاکھ کی بھرتی کے سلسلہ میں پنجاب میں کانپور کی ایک عورت کی تقریر ہوئی جس عورت کا خاوند ایک امیر آدمی اور ٹھیکیدار بھی ہے۔ مگر بیوی کو اپنے قابو میں رکھنے کے قابل نہیں اور میرے پاس اس کے ثبوت موجود ہیں جو ہر وقت پیش کئے جاسکتے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر مجمع عام میں اپنی پچھائیوں کا مظاہرہ کرنے والی ایک مسلمان عورت کو مجمع عام میں حالت بے پردہ میں تقریر کرنے کے لئے کہنا قرآن و حدیث کے قطعی خلاف ہے مگر یہ مشرقی صاحب تھے۔ کہ آپ نے اسے عملاً جائز کر دیا۔ جس وقت اس عورت کی تقریر کے لئے نام چنا گیا تو مشرقی صاحب کو ملتان کے ایک آدمی نے کہا تھا کہ مشرقی صاحب عورت کی تقریر ذرا سوچ سمجھ کر کیجئے گا تاکہ کل کوئی شخص اعتراض نہ اٹھاوے کہ یکلام قرآن و حدیث کے خلاف کیوں کیا گیا تو آپ نے فرمایا

کہ وقتی حالات کے ماتحت تو خنزیر کا کھانا ناجائز ہے۔
میں تو صرف ایک عورت کو نائب حاکم علی بنارہا ہوں
کالج کے نوجوان لڑکوں کو تحریک میں شامل کرنے کے لئے
یہ عورت بہت بڑا ہتھیار ثابت ہوگی۔ باقی رہا ملک کا
سوال کہ وہ اعتراض کرے گا تو آج اس کی بات کو سنتا
ہی کون ہے محمد سرور نے کہا
کہ کم از کم اس کے خاوند پر ہی رحم کریں تو یہاں آپ کو
یکدم قرآن یاد آگیا آپ نے فرمایا کیا وہ مسلمان نہیں
اور کیا وہ قرآن پر عمل کرنا نہیں چاہتا قرآن میں فرمایا گیا
ہے ان الله مع الصابرين (اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں
کے ساتھ ہے) لہذا اسے چاہئے کہ وہ صبر کرے اس
پر سب خاموش ہو گئے۔ میں قریب ہی موجود تھا میں
نے کہا کہ جہاں قرآن میں یہ حکم موجود ہے وہاں یہ بھی
ہے کہ عورت ہر حالت میں پردہ میں رہے۔ یہاں اس
کی خاص ضرورت بھی نہیں۔ مرد موجود ہیں اور وہ کام
کر سکتے ہیں۔ اگر جہاد ہوتا تو ہم مان بھی لیتے یہاں تو
صرف تبلیغی کام ہے۔ عورت کے ایسٹج پر آنے سے بہت
بڑا اثر پڑے گا۔ تو آپ نے سخت الفاظ میں فرمایا کہ تم
میں ابھی ملاؤں موجود ہے جب تک یہ دور نہ کر دو گے۔
خاک رہیں بن سکتے۔ میں نے پھر کہا مگر.....
مشرقی صاحب نے میری بات کاٹ کر کہا کہ خاموش رہو
اور اطاعتِ امیر کئے جاؤ ہر چیز کو تمہارا امیر تم سے زیادہ
سمجھتا ہے اس پر سب کو خاموش ہونا پڑا۔

مشرقی صاحب نے میری بات کاٹ کر کہا کہ خاموش رہو اور اطاعتِ امیر کئے جاؤ ہر چیز کو ٹٹھہرا امیر تم سے زیادہ سمجھتا ہے اس پر سب کو خاموش ہونا پڑا۔

مشرقی صاحب کا یہ جواب پبلک پر واضح کر دیا کہ وہ مذہبی معاملہ میں کتنا مکار اور مطلب پرست آدمی ہے۔ یعنی جہاں قرآن وحدیث اس کے پروگرام اور خیالات کے خلاف ہو بالائے طاق رکھ دینے والا اور مطلبی آیات واحادیث کا فرمانبردار بن کر پبلک کو الٹو بنا کر اپنا مطلب نکالنے والا انسان ہے اس عورت

کی تقریر کا مفہوم بھی میں یہاں پر تحریر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں اس نے کہا کہ مسلمانو! اگر قوم کی ترقی چاہتے ہو تو تحریک میں شامل ہو جاؤ۔ پھر زور سے کہا مسلمانو! میری طرف غور سے دیکھو اور سنو کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ میں نے جب کانپور سے چلنے کا ارادہ کیا تو میرے خاوند نے مجھ سے کہا کہ اختر بیگم تم میرے ہی پاس رہو۔ بے پردہ بن کر جمع عام میں تقریریں کرنے کے لئے نہ جاؤ کیونکہ تمہارے جانے سے میری سخت بدنامی ہوگی۔ میرے دوست اور رشتہ دار مجھے کہیں گے کہ تمہاری بیوی جلسوں میں بے پردہ تقریر کر رہی ہے اور میں شاید اس شرم کو برداشت نہ کر سکوں۔ اس کے جواب میں میں نے کڑک کر کہا کہ میں علامہ صاحب کے حکم کو ٹال نہیں سکتی۔ اس لئے کہ وہ میرا اور میری جماعت کا امیر ہے۔ میں نے تو رکنے کی کوشش کی تھی مگر دوبارہ مشرقی صاحب کی طرف سے لاہور پہنچنے کی سخت تاکید مل جانے پر مجبور ہوں۔ اگر تمہیں رشتہ دار اور دوستوں کی طرف سے بے عزتی کا خیال ہو اور تم میری تقریروں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ تو مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں مجھے طلاق دیدو۔ میں اس طلاق کے عوض اپنا حق ہر بھی مٹا کر دیتی ہوں۔

مجھے فخر سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ میرا یہ جواب سن کر میرے خاوند نے مجھے بخوشی اجازت دیدی۔ اور اب میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔ پھر کہا خاکسار و جب تک تم اور تمہاری عورتیں میری طرح اپنے امیر کی اطاعت کرتے ہوئے تمام تعلقات توڑنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتے۔ تب تک تم خاکسار نہیں بن سکتے خاکسار عورت ہو یا مرد تمہیں چاہئے۔ کہ اگر تمہیں تمہارے مالی باپ بہن یا بھائی خاوند یا بیوی پیر یا بزرگ

تحریک میں شامل رہ کر امیر کی اطاعت کرنے سے منع کرتے ہوں تو تمہیں چاہئے کہ میری طرح انہیں صاف کھدو کہ ہمارے لئے امیر کی اطاعت کرنا مقدم ہے اور تمہاری اطاعت مؤخر ہے۔ ہم امیر کے احکام کے سامنے تمہارے کہے گئے الفاظ کو کوئی وقعت نہیں دیتے پھر کہا۔ اگر تم سچے خاک رہنا چاہتے ہو تو تمہیں میرے الفاظ پر سختی سے عمل کرنا ہوگا۔ اور میں چاہتی ہوں کہ تم عمل کرو تا کہ علیہ اسلام ہو۔ اور ہمیں دوبارہ آج سے تیرہ سو سال پہلے کا زمانہ نظر آئے۔ پھر آگے چل کر کہا مجھے کئی آدمی کہہ رہے ہیں کہ میں پردہ نہیں کرتی میں حیران ہوں کہ میں پردہ کس سے کروں مجھے تو زمین کے تختہ پر کوئی مرد ہی نظر نہیں آتا۔ تیرہ سو سال تو مرد تھے مگر آج کل کوئی مرد نہیں۔ سب بزدل عورتیں ہیں چونکہ عورت سے عورت پردہ نہیں کیا کرتی اس لئے میں نے خاوند کے زور دینے پر بھی برقعہ کو اتار دیا ہے۔ تقریر کے آخر میں ایک خود ساختہ نظم ترنم کے ساتھ گائی۔ جس کا آخری مصرعہ قابل غور ہے خاکسار کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ ۶

ہے تیری خاطر تیری اختر نہایت بمقام

یہ تھا وہ ”وعظ“ جو لوگوں کو سنانے کے لئے ”سیدہ شہر“ اختر بیگم کو کانپور سے بلایا گیا تھا۔ اور چھ ماہ کے لئے پنجاب میں اسی قسم کی تقریریں کرنے کے لئے تقریر کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ”وعظ“ جو اختر بیگم نے کہا اور اسلام آباد کا لچ لاہور کے مجمع کثیر نے سنا۔ قوم کی اصلاح کے سچے قوم کو جہنم کا راستہ بتانے والا ”وعظ“ تھا۔ اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ ایسا ”وعظ“ کہنے والی بے پردہ اور خاوند کی نافرمان جہنمی عورت کی یا اس قسم کا قرآن و حدیث کے خلاف ”وعظ“ سنا کر قوم کو گمراہ کرنے کے لئے اس قسم کی عورتوں کی تقریریں کرنے والے

علمی مذہبی اخلاقی اور تاریخی کتابیں

ثمرات الاوراق | یعنی اسٹا اسلام کے خاص حالات مقالات کا مجموعہ اور تاریخی تجزیوں کا مجموعہ قیمت ۲۰

نیک بیبیاں | جس میں حضرت علیہ حضرت خدیجہ الکبریٰ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہن کے پاکیزہ اور سبق آموز حالات زندگی معتبر اور مستند کتابوں سے تحقیق کے ساتھ لکھے گئے ہیں عورتوں اور لڑکیوں کے پڑھنے پڑھانے کی خاص چیز ہے قیمت صرف پانچ آنے۔

الاجوبہ | اس امر کی عجیب تحقیق کہ خطبہ عربی زبان ہی میں کیوں پڑھنا چاہیے۔ مع خطبہ عربیہ شاہ اسماعیل صاحب دہلوی۔ قیمت ڈیڑھ آنہ

رحمت رضوان | حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حالات و فضائل مع نصائح و جواب اعتراضات۔ قیمت پانچ پیسے۔

مولوی معنوی | یعنی حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری آپ کے علاوہ آپ کے مشائخ و خلفاء اور اولاد کے حالات کا مستند مجموعہ قیمت پانچ آنہ۔

دست غیب | جس میں حلال روزی کے فضائل اور ”دست غیب“ اور کیمیا کے دینی اور دنیاوی نقصانات بتانے کے علاوہ دھپ حکایتیں بھی بیان کی گئی ہیں قیمت ۲۰

ارشاد الہی | مختصر احادیث کا عام فہم ترجمہ مبتدویوں اور عورتوں کیلئے خاص طور پر مفید ہے قیمت ۲۰

تجلی خضر علیہ السلام | آپ کے متبرک حالات کو حدیث و تفسیر اور تاریخ کی معتبر کتابوں سے اخذ کر کے جمع کیا گیا ہے قیمت ۲۰

چودھویں صدی عیان نبوت | (سارے چھ سو صفحات کی کتاب) مسئلہ کذاب

لے کر مرزا قادیانی بلکہ عنایت اللہ مشرقی تک جس قدر دجال اور مفسد گذرے ہیں انہیں سے اکثر کے حالات اور دعاوی اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں جن بن صباح اور درویش کے حالات بھی بالتفصیل درج ہیں قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ

حقیقت مرزائیت | (مولف مولوی عبدالکریم صاحب مباحلہ سابق تبلیغ مرزائیت) یہ کتاب اس

مرب المثل کی صحیح مصداق ہے کہ ”گھر کا بھیدی لڑکا دیکھ کر قیمت آٹھ آنے۔“

حقیقت مرزائیت | (مولف مولوی علم الدین صاحب حنفی باشندہ قادیانی) اس

کتاب میں فاضل مولف نے مرزائی دھرم کا بخوبی ادھیڑ کر رکھ دیا ہے قیمت آٹھ آنے۔

آداب المساجد | مسجد کے شرعی آداب کا تفصیلی بیان اس بے تمیزی کے زمانہ میں مسلمان کو بے نیاز

پڑھ کر خدا کے گھر کی تعظیم و تکریم سکینی چاہیے قیمت تین آنہ

عدم انجیل | جس میں ہر دست دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ موجودہ انجیل حرف اور غیر اہلی ہیں قیمت تین آنے۔

حشہ سراج | جس میں تناسخ کے ابطال اور ویدوں کے غیر الہامی ہونے پر الجواب اور کفر تور

دلائل پیش کئے گئے ہیں قیمت ۲۰

خاکسار تحریک کیوں قابل قبول نہیں؟ | اس سوال کا نہایت معقول و مدلل اور موثر جواب دینے کیلئے خاکسار کے پُر فریفا لفظوں میں بھی مسکت جوابا دیئے گئے ہیں قیمت ار

نوٹ: ہر تمام کتابوں کا خرچ محصول خریدار کے ذمہ ہوگا۔

پیرزادہ ابوالضیاء محمد بہاء الحق فاسمی۔ گلوالی دروازہ امرتسر (پنجاب)

تبلیغی کتابیں

کشف التلبیس مصنفہ مولانا سید ولایت حسین صاحب
دہلوی۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور سالہ

”نور ایمان“ کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ سالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہا سنی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ رؤسا کی طرف سے سینوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پرانیہ میں تبلیغی رد اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مظالم و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں قیمت حصہ اول ۴ حصہ دوم ۴ حصہ سوم ۴ مکمل طلب کرنے پر ۱۲ محصول اک علاوہ

برق آسمانی جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم سے اسکے سوانح عقائد، عبادات و معاملات و کارنامے تفصیل کیساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ ازیں خلیفہ نور الدین و مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرزائیوں کا نااطفہ بند کر دیا ہے رعایتی قیمت ۴

جمیدہ شمس الاسلام کا شیعہ نمبر المعروف

صوفیہ سیر جو اگست ۱۹ء میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ

شیعہ صاحبان کے حق میں گالی نوجا کہیں سخت الفاظ بھی استعمال نہیں کئے گئے مختلف ذرائع گونا گوں حوالوں اور اس کی مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس میں مسئلہ مدح صحابہ و تبرک پر قرآن مجید احادیث نبی کریم اقرال انہ سادات

صوفیائے کرام کے ارشادات کے عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور اسلامی جرائد اور اکابر ملک کو افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سیزہ صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے تبر بازی کے ہولناک نتائج بیان کئے گئے ہیں حجم ۱۳۲ صفحہ قیمت ۴ محصول اک

مازیانہ نقشبندیہ مولفہ مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب بکھروی اس کتاب میں مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف چار آنے علاوہ محصول اک۔

اجتناب الحنفیہ اس سالہ میں صد ہا علمائے اسلام کے فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں جن میں دلائل

واضح و براہین قاطعہ سے فرقہ فوض و مرزائیہ کا ارتداد اور فوضی و مرزائی سے شنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴

تحفہ میرزا بیہ یعنی جمیدہ شمس الاسلام کے دسمبر ۱۹ء کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں قیمت ۴۔
حقیقت تشیع مولفہ بیڑی شاہ صاحب مذہب شیعہ سرستہ رازول کا انکشاف فی سینکڑہ پانچ روپے فی نسخہ ایک آنہ

ہدایا القرآن علیسیائیوں کے مشہور سالہ حقائق قرآن کا تبلیغی رد۔ نیز اسی سالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں۔ علیسیائی لاکھوں کی تعداد میں ”حقائق قرآن“ کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں لہذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے۔ قیمت فی سینکڑہ سات روپے فی نسخہ ایک آنہ۔

ملنے کا پتہ :-

منیجر جمیدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)